بسم اللہ الرحمن الرحیم

جوابات امام ہشتم علیہ السلام

تالیف : محمد حسین پور امینی

ترجمہ نگار: سید مجاہد حسین عالی نقوی

پورامینی، محمدحسین . ۱۳۵۴ ـ [پاسخ های هشتمین امام علیه السلام . اردو]
جوابات امام هشتم علیه السلام / محمدحسین پورامینی ؛ ترجمه سید مجاهد حسین عالی نقوی . ـ مشهد :
بنیاد پژوهشهای اسلامی ، ۱۳۹۱ . ۱۴۰ص . فیپا .

ISBN ; 978 - 964 - 971- 585 - 8

۱ . علی بن موسی الرضا(ع) ، امام هشتم ۱۵۳ ؟ - ۲۰۳ق . ـ احادیث. ۲ . شیعه امامیه ـ عقائد ـ پرسش ها و
پاسخ ها . ۳ . کلام شیعه امامیه پرسش ها و پاسخ ها . ۴ . دفاعیه ها و ردیه ها . الف . نقوی ، سید مجاهد حسین ،
مترجم . ب . بنیاد پژوهشهای اسلامی . ج . عنوان .

BP ۱۳۶/۹/ ۸۶پ۲۰۴۲۶۱۳۹۱ ۲۹۷/۹۵۷

کتابخانه ملی جمهوری اسلامی ایران ۳۰۲۹۱۲۲

بنیاد پژوهشهای اسلامی
آستان قدس رضوی

جوابات امام هشتم علیه السلام

محمد حسین پورامینی

مترجم : سید مجاہد حسین عالی نقوی

تصحیح : ڈاکٹر حیدر رضا ضابط

طبع : اول ۱۳۹۱/۲۰۱۳ تعداد ۱۰۰۰ / قیمت ۲۹۰۰۰ ریال
مطبع : مؤسسہ چاپ و انتشارات آستان قدس رضوی

www.islamic-rf.ir info @ islamic-rf.ir

حق چھاپ محفوظ ہے

فہرست

اشارہ ۹

فصل اول: عقائد

خداشناسی	۱۳	توصیفِ خدا	۲۷
توحید	۱۳	معرفتِ خدا	۲۷
وجودخدا	۱۳	عدل	۲۹
حقیقت توحید	۱۴	جبرواختیار	۲۹
بہترین خلاّق	۱۴	تفویض کے معنیٰ	۳۰
وحدانیت	۱۵	ادائیگی واجبات کے حدود	۳۱
اللہ پرایمان	۱۷	غالی ومفوّضہ کی شرعی حیثیت	۳۲
جسمانیت سے مبرّا	۱۹	پیغمبرشناسی	۳۳
اللہ سے متعلق	۲۰	انبیاءالٰہی	۳۳
اللہ خالق	۲۳	اطاعت انبیاءؑ کرام	۳۳
ارادۂ الٰہی	۲۴	رسول ونبی اورامام کافرق	۳۴
مقرّبِ خدا	۲۵	مختلف معجزات	۳۴
علمِ الٰہی	۲۶	اولوالعزم انبیاّء	۳۵

خدا کا موسیٰ سے کلام کرنا	۳۸
غرقِ فرعون	۳۸
حواری	۴۰
نصرانی	۴۰
پیامبر اعظمؐ	۴۱
وفات پیامبرؐ	۴۲
پیغمبرؐ کی آمدورفت کا راستہ	۴۲
دو ذبیحوں کا فرزند	۴۲
امام شناسی	۴۴
عترت	۴۴
برتری عترت	۴۵
وارثین کتاب الٰہی	۴۶
مقام امیرؑ المؤمنین	۴۷
حضرت فاطمہؑ کی عمر	۴۷
اطاعتِ اولی الامر	۴۷
خصوصیات امام	۴۹
نسب امام	۴۹
ضرورت وجود امام	۵۱
امام شناسی کے ذرائع	۵۱
مقام امام	۵۱
صرف ایک امام	۵۴
علم امام	۵۶
غدیر سے متعلق	۵۷
پچیس سال سکوت!	۶۰
امام علیؑ سے انحراف!	۶۰
فدک سے متعلق	۶۱
نفی غلو	۶۱
زیارت	۶۵
زیارت مزار امام	۶۵
مزار حضرت زہرؑا	۶۵
زیارت امام حسینؑ	۶۶
زیارت امام موسیٰ کاظم	۶۷
مہدویت	۶۸
فضیلت نیمہ شعبان	۶۸
انتظار فرج	۶۸
قائمؑ آل محمدؐ	۶۹
صاحب الامر	۷۰
علامات امام مہدی	۷۱

انتقام امام حسین ۷۱ — رجعت سے متعلق ۷۲

فصل دوم

حکمت واسرار احکام

طہارت	۷۵	اوقات نماز	۸۵
علت وضو	۷۵	نوافل (مستحبی نمازیں)	۸۷
اعضاءوضو	۷۶	اذان	۸۸
دھونا یا مسح	۷۶	تکبیرۃ الاحرام	۹۱
غسل جنابت	۷۷	قرائت	۹۲
مخصوص ایاّم میں نماز وروزہ	۷۷	رکوع وسجود	۹۴
مستحب غسل	۷۸	قنوت	۹۵
غسلِ مس میّت	۷۹	تشہد	۹۵
کفن ودفن میّت	۸۰	نمازِ مسافر	۹۶
نماز میّت	۸۱	نمازِ جماعت	۹۶
نماز	۸۳	نمازِ جمعہ	۹۷
علت نماز	۸۳	نمازِ آیات	۹۹

عید فطر ۱۰۱
روزہ ۱۰۳
علّت روزہ ۱۰۳
زمان ووقت روزہ ۱۰۴
روزہ کی مدت ۱۰۴
روزہ کا کفّارہ ۱۰۵
مستحب روزے ۱۰۶
زکوٰۃ ۱۰۷
علت زکوٰۃ ۱۰۷
حج ۱۰۹
علت حج ۱۰۹
مکان کعبہ ۱۱۰
حج کا زمانہ (تاریخ) ۱۱۱
حج کی تعداد کا تعین ۱۱۱
علت احرام ۱۱۲
تلبیہ ۱۱۳
علت طواف ۱۱۳
حجر الاسود کا بوسہ ۱۱۴
جہاد ۱۱۶
جہاد سے فرار ۱۱۶
معاملات ۱۱۸
ربا (سود) ۱۱۸
سود کی حرمت کو توڑنا ۱۱۸
ربا (سود) والے معاملات ۱۱۸
سودی قرض ۱۱۹
کھانے پینے سے متعلق ۱۲۰
ذبح کے موقع پر ذکر بسم اللہ ۱۲۰
وحشی گائے یا اسی قسم کے جانور کا گوشت ۱۲۱
بندر کا گوشت ۱۲۳
سور کا گوشت ۱۲۳
تلی کا کھانا ۱۲۴
خون پینا ۱۲۴
شراب پینا ۱۲۴
نکاح ۱۲۶
مردوں پر مہر دینا واجب ۱۲۶
مہر السنۃ کا میزان ۱۲۶
تعداد ازواج ۱۲۷
ہم جنس بازی حرام ۱۲۸

اموالِ اولاد میں والد کا تصرف	۱۲۸
طلاق	۱۳۰
طریقہ اور اقسام طلاق	۱۳۰
حرمت ابدی	۱۳۱
میراث	۱۳۳
تقسیم میراث	۱۳۳
قانون عدالت اور گواہی	۱۳۴
گواہی دینا	۱۳۴
گواہوں کی تعداد	۱۳۴
مدعی اور منکر	۱۳۵
حدود	۱۳۷
حرمت زنا	۱۳۷
زنا کار کی سزا	۱۳۷
چوری حرام	۱۳۸
چوری کی سزا	۱۳۹
قصاص	۱۴۱
علت قسامہ	۱۴۱
حرمت قتل نفس	۱۴۱
مآخذ کتاب	۱۴۳

اشارہ

ہرانسان کی فکروفہم وشعور کی ایک دنیا ہوتی ہے جس میں سوال وجواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے وہ سوچتا رہتا ہے کون میرے سوالات کا جواب دے گا ؟ اور وہ خود بھی اپنی زندگی کا مقصد ومعنی معلوم کرنے کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے۔ اور وہ اُمید رکھتا ہے کہ اُس کو بے شمار سوالات کے صحیح جوابات ضرور ملیں گے ۔ وہ خود کسی علمی چشمے کی جستجو میں لگا رہتا ہے تا کہ وہ اُس چشمے سے اپنے سوالات کے جوابات پا کر سیراب ہو سکے۔

مکتب شیعہ کی اساس عقل ہے ، اوراس مکتب میں ہر سوال کا تشفی بخش جواب موجود ہے اِس مکتب کی ایسی اساس ہے کہ سوالات کرنے والے کو اپنی فضیلت کا احساس ہوتا ہے، جبکہ بعض گروہ سوالات کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتے ۔مکتب تشیع میں سوالات کے احسن طریقے سے جوابات دینے کو ایک ذمہ داری اور سوال کا جواب حاصل کرنا دوسرے کا حق شمار کیا گیا ہے۔

مکتب تشیع کے پیشواؤں کی روش یہ رہی ہے کہ سوالات کرنے والوں کی ہمت افزائی کی ہے اور ایسی علمی فضا قائم کی جس میں یہ سلسلہ فروغ پا سکے۔ اور اُنھوں نے سوالات کے جوابات دینے کی روش کو جس طریقے سے زندہ رکھا ہے، وہ خود اس بات کی دلیل فراہم کرتا ہے۔

عالم آل محمدؐ امام رضا علیہ السلام نے سوالات کرنے کو، کلید دانش کہا ہے اور خود امامؑ اپنی پاکیزہ

حیات میں، سوالات کے جوابات بہت خندہ پیشانی سے دیتے تھے اور سوالات کرنے کی تہذیب کی ترویج میں آپؑ نے بہت حوصلہ افزائی فرمائی۔

روایات، فقہی مسائل اور کلامی مباحث سے متعلق مختلف نوعیت کے سوالات کے جو جوابات امام ہشتم علیہ السلام نے دیئے وہ کتابوں میں موجود ہیں اور آپؑ کے علمی مقام و منزلت کا بیّن ثبوت ہونے کے ساتھ آپؑ کی مناظرانہ صلاحیت کو روشن کرتے ہیں۔

موجودہ کتاب میں حضرت رضا علیہ السلام سے علم کلام اور فلسفہ احکام سے متعلق کئے گئے متعدد سوالات کے جوابات درج ہیں۔

باب اول میں توحید، نبوت اور امامت سے متعلق سوالات کے، اور دوسرے باب میں اسرار احکام اور اُن کی کیا حکمت ہے، کے بارے میں آپؑ کے جوابات ہیں۔

آخر میں ضروری ہے یہ تذکرہ کر دیا جائے کہ اِس کتاب کی نگارش میں ہر طرح کی سوال سازی سے پرہیز کیا گیا ہے فقط اُن موضوعات پر ہی توجہ رکھی گئی ہے جو امام رضا علیہ السلام سے سوالات کئے گئے تھے، خواہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی نے سوال کیا ہو یا تحریری طور پر سوال جواب ہوا ہو۔

یہ مجموعہ امامؑ کے مناظرات کے سوالات اور جوابات سے اَخذ نہیں کیا گیا، کیونکہ مناظرات پر ضروری ہے کہ تحقیقی کام کیا جائے اور اِس کے بعد اُنھیں منظر عام پر لایا جائے۔

محمد حسین پورامینی

مشہد مقدس ۱۳۸۹ ہجری شمسی

فصل اول : عقائد

☆ خداشناسی

☆ پیامبرشناسی

☆ امام شناسی

☆ زیارت

☆ مہدویت

خداشناسی

توحید

وجودخداوند

☆اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل لائیں

ہم اپنے وجود پرغور وفکر کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ اِس جسم کے اعضاءکو نہ زیادہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی کم، اِس پر وارد ہونے والے نقصانات کو نہ روک سکتے ہیں اور نہ ہی فائدہ پہنچا سکتے ہیں! اِس طرح سے اُس پر یقین ہو جاتا ہے کہ اِس جسم کا کوئی بنانے والا موجود ہے، اور اُسکے وجود کا اعتراف کرنا پڑ جاتا ہے۔ یہ ہی نہیں آسمان کی گردش، بادلوں کا پیدا ہونا، ہواؤں کا چلنا، سورج و چاند وستاروں کا گردش میں رہنا یہ وہ حیرتناک علامتیں ہیں جن کو ہم ہمیشہ دیکھتے اور جانتے ہیں کہ اس عظیم کارخانے کا صانع اور ایجادات کرنے والا موجود ہے (۱)

۱۔ کلینی ،محمد یعقوب ، الکافی، ج ۱ص ۷۸۔۷۹.

حقیقت توحید

☆ کیا ہم حقیقتِ توحید کا ادراک کر سکتے ہیں؟

تمام حمد و ستائش اُس اللہ کیلئے ہے کہ جس نے تمام چیزوں کو قدرت و حکمت کے مطابق خلق کیا اپنی حکمت و قدرت کو ظاہر کرنے کیلئے اُس نے جس طرح اور جیسا چاہا خلق کیا۔ نہ گمان اُس تک پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی عقل اُس کا ادراک کر سکتی ہے۔ آنکھیں اُسے درک نہیں کر سکتیں، زبان اُس کی تفسیر کرنے سے عاجز ہے. اس کا محاسبہ ممکن ہی نہیں، قدرت بینائی وہاں نابینا ہے اور بیان اُس کی توصیف کرنے سے عاجز ہے۔ وہ کسی بھی پردے کے بغیر پوشیدہ ہے اور ہر پوشش کے بغیر وہ پنہاں ہے وہ بغیر دیکھے پہچانا اور تعریف کیا گیا ہے، کسی بھی شکل کے بغیر وہ بیان کیا گیا ہے کوئی خدا نہیں مگر اُس خدائے متعال کے سوا(۱)

بہترین خلّاق

☆ کیا خالق بزرگ کے علاوہ بھی کوئی خالق ہے ؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿فَتَبٰارَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰالِقِینَ﴾(۲) بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو بہترین خالق ہے (اِس توجہ کے ساتھ کہ آیہ شریفہ میں کلمہ الخالقین جمع لایا گیا ہے) اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ اُسکے بندوں میں بھی خلق کرنے والے موجود ہیں ، جیسے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، مٹی کے گارے سے پرندہ بناتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے پرواز کرتا تھا۔ ایک سامری بھی ہے کہ اس نے اُن (بنی اسرائیل) کیلئے بچھڑا بنایا کہ وہ بولتا تھا۔

۱۔ الکافی، ج۱،ص۱۰۵ .

۲۔ مؤمنون (۲۳):۱۴.

(البتہ اِس نکتہ پر توجہ مرکوز رہے کہ تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و ارادہ اور اذن کو دخل ہے) (۱)

وحدانیت خداوند

☆ کیا کوئی اور خدا، اللہ تعالیٰ کے علاوہ آسمانوں پر موجود ہے؟

﴿ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ﴾ (۲) (نہیں) وہ ہے (تنہا) آسمانوں اور زمین کا خدا ﴿وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ﴾ (۳) وہ، وہ ہے کہ جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین پر معبود ہے ﴿ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَاءُ ﴾ (۴) وہ، وہ ہے جو کہ ارحام میں جیسے چاہتا ہے تمہاری صورت بناتا ہے ﴿وَهُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ﴾ (۵) اور وہ تمہارے ہمراہ ہے تم جہاں بھی ہو ﴿اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَاءِ وَهِیَ دُخَانٌ﴾ (۶) وہ، وہ ہے جس نے آسمان کو بنایا، جبکہ وہ دھواں (بھاپ) تھا ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَاءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ﴾ (۷) وہ، وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے خلق کیا (تمام نعمتیں)، پھر اُس نے آسمان کو بنایا، اور اُس کو سات آسمانوں میں مرتّب کیا.

۱۔ قرشی، باقر شریف، پژوہشی دقیق در زندگانی امام علی بن موسی الرضاؑ؛ ترجمہ سید محمد صالحی، ج۱، ص۴۱۵۔۴۱۶

۲۔ انعام (۶):۳. ۳۔ زخرف (۴۳):۸۴. ۳۔ زخرف (۴۳):۸۴. ۴۔ آل عمران (۳):۶.

۵۔ حدید (۵۷):۴. ۶۔ فصّلت (۴۱):۱۱. ۷۔ بقرہ (۲):۲۹

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾(۱) بالیقین تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں خلق کیا، پھر اُس نے عرش پر اقتدار پیدا کیا. جب کوئی نہ تھا اُس کا وجود تھا، اور وہ ہمیشہ سے ہے(۲)

☆اللہ کی وحدانیت کی پہچان اور اس کا اقرار کیوں واجب ہے؟

اگر یہ اقرار اور اُس کی شناخت، لوگوں پر واجب نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ دُنیا کے دو یا اس سے زیادہ خالق متصور کئے جاتے اور اگر ایسا ہوتا اور، کوئی اور راہ شناخت نہ ہوتی، خالق حقیقی بھی اپنے کو دوسرے سے جدا نہ کرتا تو کوئی بھی انسان یہ نہ جان سکتا کہ اُن دو میں سے کون اُس کا خالق ہے! اور وہ اُس کی اطاعت کرتا کہ جو اُس کا خالق نہ ہوتا اور کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکتا کہ منکرات سے کون روکنے والا ہے کہ اُس سے احتیاط کر سکے(۳)

اور دوسری طرف اگر دو خدا وجود رکھتے، تو اطاعت و پرستش کرنا ممکن نہ ہوتا اور اطاعت کیلئے ایک دوسرے کی فرمان برداری کا حکم دیتا اور اس طریقے سے اللہ کی اطاعت ممکن ہی نہ ہوتی اور یہ اللہ تعالیٰ اور تمام انبیاء کے انکار کے مترادف ہوتا جو باطل ہے اور اس طرح حلال وحرام کی حدود مقرر نہ ہو سکتیں نہ ہی مباح و مکروہ کوئی چیز ہوتی۔

۱۔ اعراف(۷):۵۴

۲۔ طبرسی، احمد بن علی، الاحتجاج، ج۲،ص۴۰۷.

۳۔ اللہ تعالیٰ پر 'واحد' کا اطلاق اس طرح نہیں جیسے کہ انسان پر ہوتا ہے. کیونکہ انسان مختلف اجزاء کا مرکّب ہے جیسے دل، رگیں آنکھیں، جگر اور دوسرے اعضاء، اور اس مجموعہ پر حکم 'واحد' کا اطلاق ہوتا ہے. مگر اللہ تعالیٰ اعضاء متعدد و مختلف سے مرکب نہیں ہے کہ اس پر حکم واحد اطلاق ہو (قرشی، باقر شریف (پژوہش دقیق در زندگانی امام رضا علیہ السلام. ج۱،ص۴۱۲۔۴۱۴)

اسکے علاوہ اگر خداوند متعال کا واحد و یکتا نہ ہونا جائز سمجھیں اور اُسکے غیر کو بھی خدا ہی مانیں، تو ابلیس بھی ادّعا کر سکتا ہے کہ دوسرا خدا، وہ ہے (اس طریقے سے) اور خداوند متعال کے تمام احکام سے ٹکراؤ ہو جائے۔ وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے، تو اس میں عظیم کفر اور شدید تر نفاق ہو جائے گا(۱)

آخری وجہ کہ اگر (اس صورت میں) جائز ہوتا تو وہ ہر چیز جو مخلوق خداوند کی کیفیات جیسا کہ ناامیدی، نہ جاننا، تبدیلیوں کو قبول کرنا، نابود ہونا، جھوٹ بولنا، ظلم وستم وغیرہ، تو انسان غیر یقینی اور مایوسی کا شکار ہو جاتے۔ عدل وانصاف کا تصور ہی نہ ہوتا، اور تمام دنیا فساد کا شکار ہو جاتی نہ کوئی نظم عالم کا ذمہ دار ہوتا، نہ ہی ربوبیت پر یقین باقی رہ سکتا..... تو اِس طرح کا گمان فساد عالم کا موجب بنے گا اور اُس کی ربوبیت کا ختم ہونا کہلائے گا(۲)

اللہ تعالیٰ پر ایمان

☆ لوگوں کو کیوں ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا، پیامبروں کا، اللہ تعالیٰ کی حجتوں کا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آیا ہے، اس کا اقرار کریں اور ایمان لائیں

کیونکہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا ہو، گناہوں سے اجتناب نہ کرتا ہو، اور بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب سے نہ رکے، اور حسب دلخواہ ظلم وستم اور فساد برپا کرے

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ص۲۵۵۔۲۵۶، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۲.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع ص۲۵۶، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۲.

جس کا جو دل چاہے انجام دے اور کسی کا ڈر وخوف نہ ہو، تو لوگوں کی زندگی مکمل طور پر تباہ ہو جائے جو جس پر چاہے چڑھ دوڑے ، دوسروں کے اموال وناموس پر دست درازی کرے بلاوجہ خون بہائے جائیں، آبرو محفوظ نہ رہے اور ہر کوئی ایک دوسرے کو بغیر کسی حق وجرم کے قتل کرے، تو اس طریقے سے دُنیا ویران ہو جائے گی، قتل وغارت کا بازار گرم، آبادیاں اور نسلیں برباد ہو جائیں گی

تباہی اور فساد سے بچنے، صلاح ونیکی کا حکم دینے، بُرے افعال سے پرہیز، جب تک خدائے واحد ایمان ویقین کامل نہ ہو اپنی حدود اور دائرہ کار سے کما حقہ واقفیت نہ ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ لوگ دوسروں سے چھپ کر وہ کام کریں کہ جس کی بنا پر فاسد ہو جائیں، پس اگر خداوند متعال پر ایمان وباطنی خوف نہ ہو، تو تنہائی میں اپنی نفسانی خواہش کی خاطر یا اپنی ہوس کے پوری کرنے کا موقع مل جائے تو پھر کسی کی پرواہ نہیں ہوگی اور وہ حرام کاموں کے انجام دینے اور گناہ کبیرہ سے دُوری نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے، وہ دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے اور کوئی اُس کے عمل کو دیکھنے والا نہیں ہے۔ تو اِس طرح بھی تمام لوگ تباہی اور ہلاکت سے دوچار ہو جائیں گے۔ اِس لئے لوگوں کے کردار کی استقامت اور اصلاح احوال کے لئے بنیادی طور پر ایمان باللہ نہایت اہم ہے اس لئے کہ وہ پنہان وآشکار ہر ایک سے باخبر ہے۔ وہ صلاح وخیر کا حکم دیتا ہے، وہ بدی وخرابی سے رکنے کو کہتا ہے ۔ کوئی بھی چیز اُس سے مخفی نہیں رہتی، اِس طرح کے ایمان واعتقاد سے، لوگ ہر طرح کے فساد سے دُوری کرنے لگیں گے (۱)

۱۔ حکیمی، محمد رضا و دیگران، الحیاۃ، ج۱، ص ۶۵۷۔۶۵۸، ج ۲، ص ۶۴۸۔

اللہ تعالیٰ جسمانیت سے مبرّا ء

☆اگر اللہ تعالیٰ جسم نہیں رکھتا، تو پھر وہ آیات جو (جسمانیت خداوند) کی طرف اشارہ کرتی ہیں اُن سے کیا مراد ہے؟

آیۂ شریفہ ﴿اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (۱) میں پروردگار کو دیکھنے سے مراد انتظار ثواب و رحمت خداوندی ہے. آیہ کریمہ ﴿كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ (۲) یاد رکھو! بالیقین اُس دن ان کے اور پروردگار کے درمیان حجاب کر دیا جائے گا ، سے مراد یہ ہے کہ اُن کو اُن کے پروردگار کے ثواب سے محروم کر دیا جائے گا۔ آیہ شریفہ میں آنے سے مراد ﴿وَّجَاءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا﴾ (۳) اور تمہارے پروردگار کے (حکم) آنے پر فرشتے صف کے بعد صف کی صورت حاضر ہو جائیں گے۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کا حکم آنے پر فرشتے صفوں میں کھڑے ہو جائیں گے۔ اِدھر سے اُدھر آنے جانے کی خصوصیت ،مخلوق میں پائی جاتی ہے، یہ نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب نہیں دی جا سکتی (۳)

☆ کیا اللہ تعالیٰ کا ادراک کیا جا سکتا ہے ؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَار﴾ (۴) آنکھیں اُس کا ادراک نہیں کر سکتی ،مگر وہ آنکھوں کو درک کرتا ہے۔ ابصار کے معنی انسانی

۱۔ قیامت (۷۵):۲۳.

۲۔ مطففین (۸۳):۱۵. ۳۔ فجر (۸۹):۲۲.

۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، التوحید، ص۱۶۲.

۴۔ انعام (۶):۱۰۳.

آنکھیں نہیں ہیں (کیونکہ یہ صرف مادّی اجسام ، دیکھنے پر قادر ہیں کیونکہ یہ انعکاس نور کی صلاحیت رکھتی ہیں، بلکہ بعض مادی چیزیں بھی دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتیں جیسے گیس وغیرہ، جبکہ اللہ تعالیٰ مادی وجود نہیں رکھتا) لہذا دل و دماغ اس کے وجود کا ادراک کر سکتے ہیں جو آنکھوں کے دیکھنے سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے.(۱) (اس بنا پر آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ادراک قلبی بھی اُس کی حقیقت کو نہیں پا سکتا، جبکہ اللہ ہر شئ کا ادراک رکھتا ہے.)

اللہ تعالیٰ سے متعلق

☆اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ کیسا ہے اور اُس کا سہارا کس چیز پر ہے؟

لفظ' کہاں' یہ سوال مکان کے بارے میں ہے، یہ سوال کسی غائب کے بارے میں ہے.(مثلاً ہم کسی جگہ حاضر ہوں اور کوئی شخص وہاں موجود نہ ہو، تو ہم پوچھیں کہ وہ کہاں ہے) مگر اللہ تعالیٰ نہ تو غائب ہے اور نہ ہی کوئی چیز اُس سے قدیم ہے. وہ ہر جگہ موجود ہے، وہ مدبّر ہے، صانع وحافظ ہے آسمانوں اور زمین کو باقی رکھنے والا ہے(۲)

وہ ایسا ہے کہ جس نے مکان کو خلق کیا ہے جبکہ اُس کے لئے کوئی معیّن جگہ نہیں، اُس نے اشیاء کو مختلف کیفیات عطا کی ہیں، جبکہ اُس کیلئے اپنی کوئی کیفیت نہیں(۳) وہ کسی کا محتاج نہیں وہ قادر و توانا ہے(۴)

☆اللہ تعالیٰ کب سے ہے؟

لازمی ہے کہ جواب دیا جائے کہ وہ کون سا زمانہ ہے ، جب وہ نہ تھا اگر کوئی ایسا وقت معلوم ہو جائے کہ وہ نہ تھا تو پھر اس کیلئے دلیل فراہم کی جائے

۱۔کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج۱،ص۹۹ ۲۔قرشی، محمد باقر، پژوہشی در زندگانی امام علی بن موسی الرضا، ج۱،ص۲۱۲.
۳۔کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج۱،ص۸۷۔۷۹۔ ۴۔قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، التوحید،ص۱۲۵.

فراہم کی جائے (۱) (اللہ تعالیٰ جسم و ماہیت نہیں رکھتا کہ اُس کے لئے مکان یا جگہ درکار ہو، وہ مرکب نہیں ہے کہ کیفیت رکھتا ہو) پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مکان و کیفیت سے نہیں پہچانا جائے گا، اور کسی بھی حسّ ظاہری سے بھی درک نہیں کیا جا سکتا کسی بھی چیز کے ساتھ اس کی مثال دی جا سکتی۔(۲) کیونکہ مکان و زمان مخلوق کے لئے ہے تو پھر وہ کس طرح اُن کے ساتھ متّصف ہو سکتا ہے؟(۳)

☆ کیا اللہ تعالیٰ شئ ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے کو شئ کہا ہے ﴿ قُلۡ اَیُّ شَیۡءٍ اَکۡبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِیۡدٌۢ بَیۡنِیۡ

وَبَیۡنَكُمۡ ﴾(۴) تم کہو! بلند ترین گواہی کس کی ہے؟ تم کہو اللہ تعالیٰ تمہارے اور میرے درمیان شاہد ہے. پس ہم کہتے ہیں کہ وہ شئ ہے لیکن تمام اشیاء کی طرح نہیں، کیونکہ اگر ہم اس (اللہ) کے شئ ہونے کی نفی کریں تو گویا ہم نے اُس کی ذات کی نفی کر دی (۵)

☆ اللہ تعالیٰ کا ''سمیع'' و ''بصیر'' ہونے کا کیا معنی ہے؟

۱۔ کلینی محمد ابن یعقوب، الکافی، ج ۱ ص ۷۸، ۷۹.   ۲۔ کلینی محمد ابن یعقوب، ج ۱، ص ۷۸، ۷۹.   ۳۔ کلینی محمد ابن یعقوب ج ۱، ص ۸۸   ۴۔ انعام، (۶): ۱۹.   ۵۔ قمی، محمد بن علی (شیخ صدق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۳۴؛ اللہ تعالیٰ کے وجود مقدس کے بارے میں لوگوں کے تین عقیدے ہیں: نفی، تشبیہ، اثبات تشبیہ کے بغیر۔ عقیدہ نفی جائز نہیں، کیونکہ نفی وجود سے کفر لازم آتا ہے۔ عقیدہ تشبیہ بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ مادی نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی حد ہے، اسی وجہ سے کسی بھی مادی چیز سے اُس کی تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ تیسرا عقیدہ، اس کا اثبات بغیر تشبیہ کے ہے۔

اللہ جس طرح دیکھتا ہے، سنتا بھی ہے مگر اُس کا دیکھنا یا سننا مخلوق کی طرح نہیں ہے۔ وہ شب کی تاریکی میں باریک سیاہ ذرے کو ایک کالے پتھر یا خاک کی تہہ میں، اور اِسی طرح سمندر کی گہرائی میں بھی دیکھتا ہے، اور اُس کے بندوں کی صدا چاہے وہ زمین میں ہو یا آسمانوں میں، اُس سے مخفی نہیں ہے. خواہ خشکی میں ہو یا سمندر میں ہو، کوئی آواز اُس کے لئے مشتبہ نہیں ہے. اِسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ وہ سننے والا ہے مگر کسی کان کے وسیلے سے نہیں (۱)

☆ جب یہودی شخص نے امیر المؤمنینؑ سے سوال کیا کہ مجھے بتائیں کہ وہ کونسی چیز ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں ہے اور جو اللہ تعالیٰ نہیں جانتا اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ نہیں جانتا وہ تم یہودیوں کا کہنا ہے کہ عزیر اللہ کا فرزند ہے جبکہ حال یہ ہے کہ اللہ کسی کو اپنا بیٹا نہیں جانتا، اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں ہے وہ ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور وہ چیز جو اللہ نہیں رکھتا، وہ شریک ہے۔

یہودی یہ سن کر مسلمان ہو گیا اور اُس نے کلمہ شہادت کو اپنی زبان پر جاری کیا (۲)

☆ اللہ تعالیٰ کے 'لطیف' و 'خبیر' ہونے کا کیا معنی ہے؟

یہ جو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لطیف ہے، اِس معنی میں ہے کہ لطافت کو اُس نے اپنی خلاقیت میں رکھا ہے اور وہ لطیف چیزوں سے مکمل آگاہ ہے۔ اُس کی صنعت اور ہنر اُس کی مخلوق ہے جیسے کہ بوٹیاں، چھوٹے چھوٹے جانور یعنی مچھر وغیرہ، اُن سے بھی چھوٹے کہ جو آنکھوں سے دکھائی بھی نہیں دیتے، سب میں، اُس کی لطافت آشکار ہے. اسی طرح چھوٹے چھوٹے حشرات کو، اُن کے نازک اور انتہائی ہلکے وجود، جسم کو دیکھیں ساتھ ہی یہ کہ قدرت نے اُن کو، کس طرح باطنی طور پر ایک حس دی ہے کہ وہ دیکھیں، اُن کی ہدایت غریزہ کو اُن کی مادہ کے نزدیک

۱۔ طبرسی، احمد بن علی، الاحتجاج، ج ۲، ص ۳۹۷.   ۲۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۱۰، ص ۱۱.

اپنے لئے نقصان دہ چیزوں سے دُوری، اوراپنے منافع والی اشیاء کے بارے میں آگاہی۔ اور ایسے جانداروں کا بھی مشاہدہ کرنا جو کہ سمندروں کی موجوں میں، درختوں کی چھال (جلد) میں اور جو جاندار صحراؤں میں اور بیابانوں میں اور ریگستانوں میں زندگی کرتے ہیں یا ایسے جانداروں کو جو اپنے بچوں کو سکھاتے ہیں، اُنکے لئے خوراک لے کر آتے ہیں، اور جواُن میں رنگ آمیزی ہے، جیسے سرخ، زرد کے ساتھ، سفید، لال رنگ کے ساتھ آمیزش رکھتا ہے. اور ایسے بھی جانوروں کو دیکھیں کہ وہ نہ آنکھوں سے دیکھے جاتے ہیں اور نہ ہی اُن کو ہاتھوں سے لمس کیا جاسکتا ہے۔ ایسے تمام جانداروں کو دیکھنے سے یقین ہو جاتا ہے کہ خالق نے اِسطرح کی موجودات کو کس انداز سے، کس لطافت وظرافت سے بنایا ہے(۱)

اللہ تعالیٰ خالق

☆ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو کیوں ایک جیسا نہیں بنایا بلکہ انہیں مختلف صورتوں میں خلق کیا؟

اللہ تعالیٰ نے مختلف شکلوں اور صورتوں میں مخلوقات کو اِس لئے خلق کیا ہے کہ کسی کے گمان میں یہ نہ آنے پائے کہ اللہ تعالیٰ عاجز ہے، کسی بھی منکر خدا کے ذہن یہ نہ آسکے کہ خالق، ایسا جسم یا شکل خلق نہیں کرسکتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُس صورت میں کسی مخلوق کو پیدا کیا ہے، اور یہ بھی اِس لئے ہے کہ کوئی نہ کہے: خداوند یہ کرسکتا ہے کہ فلاں شکل وصورت کو خلق کر سکے، مگر وہ کہ اِس مثل کے اُس کی مخلوق میں تلاش کرے. اس پر توجہ رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی مخلوق کو پیدا کیا جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے (۲)

۱۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج۱،ص ۱۱۹، ۱۲۰؛ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، التوحید، ص ۱۸۶، نیز؛ قرشی، باقر شریف، پژوہشی دقیق در زندگی امام علی بن موسی الرضاؑ، ج ۲، ص ۴۱۴۔۴۱۵.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۷۵؛ علل الشرائع، ج ۱، ص ۱۴.

☆ کیا اللہ تعالیٰ نے چیزوں کو اپنی قدرت سے خلق کیا یا بغیر قدرت کے؟

یہ جائز نہیں ہے کہ اُس کے بارے میں کہا جائے کہ اُس نے چیزوں کو قدرت کے ساتھ پیدا کیا ہے، کیونکہ جب یہ کہا جائے کہ اُس نے چیزوں کو قدرت سے پیدا کیا ہے تو اِس کا مطلب ہو گا کہ اُس نے قدرت کو ایک وسیلہ جانا ہے کہ اُسکی مدد سے چیزوں کو وجود دیا ہے اور یہ شرک ہے۔ کیونکہ وہ ضعیف و عاجز نہیں ہے(۱) اور اس کو غیر کی حاجت نہیں ہے(۲)

ارادہ الٰہی

☆ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا کیا معنی ہے اُس کے اور مخلوق کے ارادے میں کیا فرق ہے؟

مخلوق کا ارادہ ایک نیت ہے جو کہ اُس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور اُسکے بعد اسے عملی شکل دی جاتی ہے، کام کیا جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ فقط ایجاد اور خلاّقیت ہے نہ کوئی اور چیز، کیونکہ وہ ہرگز نہ تفکر کرتا ہے اور نہ ہی قصد کرتا ہے، اور ایسا کرنا صرف وصرف مخلوقات میں ہے. اور ذات اقدس الٰہی کے لئے یہ طریقہ کار نہیں ہے۔ اِس بنا پر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہی اُس کا فعل ہے کوئی چیز اس کے علاوہ نہیں ہے. اُس کے فرمان 'کُنْ' سے اشیاء وجود میں آ جاتی ہیں، اُس کیلئے کسی سوچ بچار یا تجربہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اُس کی ذات مقدس اِن محدود کیفیات سے بلند و بالا ہے(۳)

☆ کیا اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال میں اپنا ارادہ اور مشیت رکھتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا اچھے افعال کے انجام دینے میں مشیت و ارادہ حاکم ہے. جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتا ہے اُن سے وہ خوشنود ہوتا ہے، اور پروردگار

ا۔ امام کے کلام کا معنی یہ ہے کہ قدرت عین ذات خدائے متعال ہے اور اشیاء کو اپنی ذات کی قدرت سے باہر خلق نہیں کیا

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۸۸، التوحید، ص ۱۳۰.

۳۔۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج ا، ص ۱۰۹.

اپنے بندوں کی طاعت وعبادت میں اُن کی مدد کرتا ہے۔ البتہ گناہوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ ومشیّت، گناہوں کے ارتکاب سے منع کرنا ہے، اوراُن کے انجام دینے سے غضب وغصّہ میں آتا ہے اور گناہ کاروں کو عذاب دے گا(۱)

مقرّب خدا

☆فرشتے اللہ تعالیٰ کےنزدیک تر ہیں یا اہل زمین؟

اگر نزدیک ہونے سے فاصلہ ہے، جیسے ایک بالشت یا ایک ہاتھ کے برابر، تولازمی کہا جائے گا کہ تمام اشیاءاُس کے لئے برابر و یکساں ہیں اوراُس کی تمام مخلوق میں یہ ہی صورت ہے، وہ ایسا نہیں ہے کہ بعض مخلوق میں مشغول ہوجائے اور بعض کو معطل رکھے. بلکہ جیسے وہ عالی ترین مخلوق کا خیال رکھتا ہے ویسے ہی وہ پست ترین مخلوق کا بھی خیال رکھتا ہے۔ وہ اُس مخلوق کے پہلے والوں کا ایسے خیال رکھتا ہے کہ جیسے اِن کی آخری ہو، نہ اُسے اِس بارے میں کوئی رنج وزحمت ہے اور نہ ہی وہ کسی سے، مشورہ کرتا ہے یا وہ اِس سلسلے میں تھکاوٹ کا احساس کرتا ہے۔ اگر نزدیک ہونے سے مراد وسیلہ ہے، پس جو مطیع ترین ہے وہ اُس کے نزدیک تر ہے ۔ بندہ اُس وقت خدا کے نزدیک تر ہے، جب نماز میں اُس کے لئے سجدہ کرتا ہے۔

چار فرشتوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کی اُن میں سے ایک بلندترین مقام (شمال) کی طرف سے تھا اور دوسرا پست ترین مقام (جنوب) کی طرف سے تھا ۔ ایک مشرقی مخلوق کی طرف سے تھا اور ایک مغربی سمت میں سے تھا۔ اُنہوں نے ایک دوسرے سے پوچھا، کہاں سے آرہے ہو؟ تو جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آرہے ہیں کہ اُس نے فلاں فلاں کام کے لئے بھیجا ہوا تھا. یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ وہ ذات ہے، جس کی نہ کوئی تشبیہ ہے

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۲۵۰

نہ ہی کوئی مثل ہے(۱)

علمِ الٰہی

☆ کیا اللہ تعالیٰ آئندہ پیش آنے والے واقعات کا علم رکھتا ہے یا فقط ماضی کو جانتا ہے؟

اللہ تعالیٰ اشیاء سے باخبر ہے اس سے پہلے کہ وہ وجود میں آجائیں ﴿اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْن﴾(۲) جو کچھ تم کر رہے ہو ہم اس کی نقل تیار کر رہے ہیں (محفوظ کر رہے ہیں) اور اسی طرح اہل جہنم سے کہا جا رہا ہے:

﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُھُوْا عَنْهُ وَاِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْن﴾(۳) اگر اُن کو دوبارہ (دُنیا میں) لوٹا دیا جائے تو جس چیز سے منع کیا گیا تھا، وہ اُسی کام کے مرتکب ہوں گے ، بے شک وہ بہت جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر اُن کو دُنیا میں لوٹا دیا گیا تو پھر بھی وہ ناجائز کام ہی کریں گے۔ جس وقت فرشتوں نے کہا ﴿اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَ یَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْن﴾ (۴) کیا وہاں اُسکو خلیفہ مقرر کر رہا ہے جو فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا، جبکہ ہم تیری حمد اور تقدیس کرتے ہیں فرمایا: جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے. اس بنا پر اللہ کا علم اشیاء کے وجود میں آنے سے پہلے کا بھی ہے. اللہ تعالیٰ بہت عظیم ہے اور وہ ہمیشہ دیکھنے والا سننے والا اور دانا ہے(۵)

۱۔مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۱۰، ص ۳۴۶۔۳۴۷.

۲۔جاثیہ (۴۵):۲۹.

۳۔انعام (۶):۲۸.

۴۔بقرہ (۲):۳۰

۵۔عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۱، ص ۳۱

☆ کیا اللہ تعالیٰ ہر چیز کو وجود میں لانے سے پہلے اُن کے بارے میں آگاہ تھا یا نہیں، یا اُن کو خلق کرنے کے بعد اُن کا علم حاصل ہوا؟

تمام چیزوں کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اُن سے آگاہ تھا جیسا کہ اُن کا علم رکھتا تھا اُن کی پیدائش کے بعد کا بھی (۱)

توصیفِ خدا

☆ کیا خداوند متعال کی توصیف بیان کی جاسکتی ہے؟

نہیں! ہر محدود کی کچھ حدود ہوتی ہیں اور جہاں بھی 'حد' ہو وہاں کم و زیاد کا احتمال ہوتا ہے، تو جہاں بھی احتمال زیادہ ہو، وہاں کمی و نقص کا ہونا لازمی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے احتمالات سے منزّہ و مبرّاء ہے (۲)

معرفتِ خدا

☆ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا کم سے کم مرتبہ کیا ہے؟

کم سے کم مرتبہ خدا شناسی یہ ہے کہ اقرار کریں: اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، نہ اُس کی نظیر ہے نہ اُس کے کوئی مانند ہے۔ وہ قدیم و ازلی ہے۔ اُس کیلئے آخری مدت یا فنا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے موجود ہے اور اُس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے (۳)

☆ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حقیقی معرفت کیسے حاصل ہوگی؟

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت

۱۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج ۱، ص ۱۰۷ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۵۴، ص ۱۶۲

۲۔۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۱۱۹.

۳۔ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۱، ص ۴۰

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اعتقاد ہو کہ وہ شبیہ ونظیر نہیں رکھتا، اللہ واحد ہے، خالق ہے، قادر ہے، تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے، ہر موجود کے لئے آخر ہے، ظاہر اور مخفی، اور اُس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے، جو بھی اللہ تعالیٰ کو اِسطرح پہچانتا ہے، تو اُس بندے نے معرفت حقیقی اور واقعی پیدا کر لی ہے(۱)

۱۔عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج۱، ص۴۵؛ شعیری، تاج الدین، جامع الاخبار، ص۵.

عدل

جبر و اختیار

☆ کیا اللہ تعالیٰ نے اُمور کو بندوں کے حوالے کر دیا؟

اللہ تعالیٰ عادل اور حکیم تر ہے اور وہ کبھی بھی اپنے بندوں کو گناہ کے لئے مجبور نہیں کرتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے فرزند آدم! میں اس بات کا حق رکھتا ہوں کہ تو اپنے اعمال خیر میرے لئے انجام دے کیونکہ میں نے تجھے جو قدرت دی ہے تو جملہ اُمورِ خیر، اِن ہی سے انجام دیتا ہے اور تو اپنے گناہوں کو خود انجام دیتا ہے۔ کیونکہ تو گناہوں کو اسی قوت و استطاعتِ ذہنی و بدنی سے انجام دیتا ہے کہ جس کو میں نے تیرے نیک اعمال کی انجام دہی کے لئے بنایا ہے(۱)

☆ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو گناہوں کے لئے مجبور کرتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اختیار دیا ہے اور اُن کو مہلت دے رکھی ہے تا کہ

۱۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج۱، ص ۱۵۷؛ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج۱، ص۳۵.

توبہ کریں اوراُس کی طرف لوٹ جائیں(۱)

تفویض کا معنی

☆تفویض کے کیا معنی ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے اُمورِدین کا، اپنے پیغمبرکوذمہ دارقراردیااورفرمایاہے: ﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا﴾ (۲) جو پیغمبرؐ تمہیں دے، اُسے لےلواور جس سے تمہیں منع کرے، اُس سے رک جاؤ.

لیکن خلق کرنااورمخلوق کوروزی دینا، یہ اُس نے اُن پرنہیں چھوڑااورفرمایاہے: ﴿اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ﴾ (۳) اللہ تعالیٰ ہرچیزکاخالق ہے۔اسی طرح فرمایا: ﴿اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ هَلْ مِنْ شُرَکَائِکُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ﴾ (۴) اللہ تعالیٰ نےتمہیں خلق کیا، پھراُس نےتمہیں رزق دیا، وہی تمہیں موت دیتاہےاوروہی تمہیں زندگی سےنوازتاہے۔ کیاتم جن کوشریک قرار دیتے ہو، وہ کسی چیزکےبارے میں تمہارے لئے ایساکرسکتے ہیں۔ وہ منزّہ ہے، برترہےاُس سے جسے وہ، اُس کاشریک قراردیتے ہیں(۵)

۱۔عطاردی، عزیزاللہ، مسندالامام الرضاؑ، ج۱ص۳۱۹

۲۔حشر(۵۹):۷.

۳۔رعد(۱۳):۱۶.

۴۔روم(۳۰):۴۰

۵۔ابن بابویہ قمی، محمدبن علی(شیخ صدوق)، عیون اخبارالرضاؑ، ج۲ص۲۰۲؛ مجلسی، محمدباقر، بحارالانوار، ج۲ص۲۰۲.

امام صادقؑ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا"**لا جبر و لا تفویض بل امر بین امرین**" اس حدیث کا معنی کیا ہے ؟

جو بھی یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں گناہ کرنے پر مجبور کیا ہے، پھر وہ گناہ کرنے پر ہمیں عذاب دے، تو یہ شخص جبر کا معتقد ہو گیا ہے. اور جو یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اُمور کو ائمہ معصومینؑ کے سپرد کر رکھا ہے، تو اُس کو تفویض کہتے ہیں۔ جو جبر کا معتقد ہو، اُسے کافر کہتے ہیں اور جو تفویض کا قائل ہو، اُسے مشرک کہتے ہیں. لیکن امر بین امرین کا معنی یہ ہے: لوگ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور احکامات پر عمل کریں اور گناہوں کو ترک کریں، کیونکہ خیر و سعادت کے راستے، اور شر و گمراہی کے راستے دونوں اُن کے لئے کھلے ہیں (۱)

ادائیگی واجبات کے حدود

☆ ایسے واجبات جو بندوں کی طاقت سے باہر ہیں کیا اللہ تعالیٰ اُن کو انجام دینے کا حکم دیتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کیسے اُن کا حکم دے سکتا ہے جبکہ اُس نے فرمایا ہے ﴿**وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ**﴾ (۲) تمہارا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

میرے والد محترم نے اپنے والد محترم سے روایت کی ہے کہ: جو بھی یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو گناہ پر مجبور کر رکھا ہے یا وہ کام جو بندوں کی طاقت سے خارج ہیں، اُنکے انجام دینے کا حکم دے رکھا ہے تو اُس بدگمان کے ہاتھ سے ذبح شدہ حیوان نہ کھائیں، اُسکی شہادت و گواہی کو قبول نہ کریں، اُسکے پیچھے نماز جماعت نہ پڑھیں اور اُس کو زکوٰۃ دینے سے خودداری کریں (۳)

۱۔ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۱ ص ۳۷ ۲۔ فصّلت (۴۱): ۴۶.

۳۔ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۱ ص ۳۱۹

غالیوں اور مفوّضہ کی شرعی حیثیت

☆ غالیوں اور مفوّضہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

غالی(۱) کافر اور مفوّضہ مشرک ہیں۔ اور جو بھی اُن کے ساتھ دوستی یا آمد و رفت رکھے، اُن کے ساتھ کھانا پینا کرے، اُن کے ساتھ سلسلہ ازدواج باندھے یا اُن کو امان دے یا اُن کو امانت کا امین سمجھے یا اُن کے کلام و حدیث کو صحیح سمجھے یا اُن کے کلام میں مدد کرے تو یہ شخص اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حریم ولایت سے خارج ہے اور ہم اہل بیتؑ کے دائرہ سے باہر جا چکا ہے(۲)

۱۔ مذہب تشیع کی ایک مظلومیت یہ ہے کہ اِس میں غلو آمیزی اور کمزور عقیدے داخل کر دیئے گئے ہیں، مکتب خالص کا نام لیکر مخالفوں کے فائدے کیلئے کام کیا جا رہا ہے، آئمہ اطہار علیہم السلام نے اِس کی سختی سے مذمت کی ہے اور اپنے سچے اور مخلص پیروکاروں کو اِس سے اور اُس کے مروجین سے ہوشیار رکھا ہے۔ بیشک اِس غلو اور بے فائدہ عقائد کی پہچان کرنے سے سچے شیعہ اِس کے نقصان سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ مشکور محمد جواد، فرہنگ فرق اسلامی؛ نیز ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، من لا یحضرہ الفقیہ، ترجمہ علی اکبر غفاری، ج ۶، ص ۵۷۳

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۲۰۳؛ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۳۲۸.

پیغمبر شناسی

انبیاء الٰہی

اطاعت انبیاؑء کرام

☆ انبیاؑء کرام کی شناخت اور اُنکی اطاعت کے اقرار کی وجوب کی علت کیا ہے؟

انسان اپنے وجود کی ساخت اور فکری قوتیں جس سے وہ تمام فوائدِ دین کو سمجھ سکے، کو خوب نہیں سمجھ سکتا اور دوسری طرف اللہ تعالی کی ذات کو آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا، تو ضروری ہے اُس کا بھیجا ہوا معصوم نمائندہ، بندوں اور خدا کے درمیان رہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی انسان تک پہنچائے اور اِس طرح انسان اپنے نفع ونقصان کو سمجھ سکے ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انبیاء کی بعثت کا کوئی فائدہ نہ ہوتا اور خداوند حکیم ایسے کاموں سے دُور ہے(۱)

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲ص۱۰۰۔۱۰۱؛ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج۱ص۵۰.

رسول، نبی اورامام میں فرق

☆رسول، نبی اورامام میں فرق کیا ہے؟

رسول وہ ہے کہ جس پر جبرائیل نازل ہوتے ہیں، اور وہ جبرائیل کو دیکھتے ہیں اور اُسکا کلام بھی سنتے ہیں، اور اُن پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اور کبھی وہ جبرائیل کو خواب میں دیکھتے ہیں، جیسے حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ اُن کو اپنے بیٹے کے قربان کرنے کا حکم دیا.

نبی وہ ہے کہ کبھی جبرائیلؑ کا کلام سنتے اور کبھی دیکھتے ہیں مگر اُن کے سخن کو نہیں سنتے لیکن امام وہ ہے کہ جبرائیلؑ کے کلام کو سنتے ہیں لیکن اُنہیں دیکھتے نہیں (۱)

مختلف معجزات

☆ حضرت موسیٰ بن عمران کو معجزہ ید بیضاء اور عصا دے کر جادوگروں کے سحر کو باطل کرنے کے لئے بھیجا، لیکن حضرت عیسیٰ کو معجزہ طبّ اور شفاء امراض اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کلام یعنی قرآن مجید کے ساتھ بھیجا، ایسا کیوں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو اُس وقت بھیجا جب سحر و جادو نے رواج حاصل کر لیا تھا اِس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ نے معجزے کے ساتھ سحر و جادو کو باطل کر دیا اور خداوند متعال نے اس طریقے سے حجت و دلیل دکھائی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اُس زمانے میں بھیجا، جب ایسے پرانے پرانے امراض اور درد تھے کہ جن کا کوئی علاج ہی نہیں کرسکتا تھا. اور اُس وقت لوگ طب وطبیب کے، بہت زیادہ محتاج تھے تو حضرت عیسیٰؑ، اللہ کے ایسے معجزے لے کر آئے کہ مُردوں کو زندہ کر دیتے، مادرزاد نابینا افراد کو شفا دیتے اور برص میں مبتلا افراد کو شفایاب کر دیتے تھے، جبکہ اُس زمانے میں لوگوں کے

۱۔کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی۔ج۱،ص۱۷۶.

پاس اِس کا علاج نہ تھا، تو حضرت عیسیٰ کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اُن پر یوں حجت تمام کی۔

نبی مکرّم اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کو اُس زمانے میں بھیجا کہ جس زمانے میں فصاحت و بلاغت کا زمانہ زور و شور پر تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسی کتاب کے ساتھ مبعوث ہوئے کہ جس میں نصائح اور احکام تھے اور مشرکوں کے مطالب کو باطل کرنے والے دلائل اور اپنے مطالب کو ثابت کرنے کے احکام تھے، اُن پر ظاہر کئے اور اتمام حجت کیا(۱)

الوالعزم انبیاء

☆ بعض پیغمبروں کو اولوالعزم کیوں کہا جاتا ہے؟

اِس لئے اُن کو اولوالعزم کہا جاتا ہے کہ وہ شریعت رکھتے تھے۔ حضرت نوحؑ کے بعد کے نبیوں نے نوحؑ کی شریعت پر عمل کیا جب تک حضرت ابراہیمؑ مبعوث نہیں ہوئے۔ اُس کے بعد تمام انبیاء کرام نے اُن کی شریعت کے مطابق عمل کیا جب تک حضرت موسیٰؑ مبعوث نہیں ہوئے پھر تمام انبیاء نے موسیٰؑ کی شریعت و کتاب پر عمل کیا، جب تک حضرت عیسیٰؑ مبعوث نہیں ہوئے۔ اِس کے بعد جو بھی آیا اُس نے اُن کی شریعت پر عمل کیا ، یہاں تک کہ نبی مکرّم اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوگئے۔ یہ پانچ انبیاء علیہم السلام اولوالعزم برترین انبیاء ہیں۔ شریعت محمدیؐ قیامِ قیامت تک منسوخ نہیں ہوگی اور جو بھی اُن کے بعد شریعت و کتاب کا دعویٰ کرے گا (اُس کا دعویٰ باطل) اور اُس کا خون مباح ہے(۲)

حضرت آدمؑ کے بارے میں

☆ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام نے کونسا پھل کھایا؟ بعض کا اعتقاد ہے کہ دانۂ گندم تھا،

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۷۹۔۸۰، علل الشرائع، ج ۱، ص ۱۲۱

۲۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۱۲۳.

ایک گروہ کہتا ہے کہ حسد تھا، ان دونوں میں سے کونسا قول صحیح ہے؟ دونوں ممکن ہیں جو صحیح ہوں۔ (کیونکہ) یہ ہوسکتا ہے کہ جنت کا درخت کئی طرح کے پھل رکھتا ہو۔ اِس درخت کا میوہ گندم وانگور بھی ہوسکتا ہے۔ وہ دُنیا کے درختوں کی مانند نہ تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی تکریم کے لئے فرشتوں کو فرمان دیا کہ اُن کو سجدہ کریں پھر اُن کو جنت میں داخل کر دیا۔ تو حضرت آدمؑ نے اپنے آپ سے کہا: کیا خداوندمتعال نے کسی بشر کو مجھ سے بھی زیادہ عزت وشوکت والا پیدا کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ کے اِن دِلی خیالات سے آگاہ تھا تو آدمؑ سے خطاب کیا: اے آدم! اپنے سر کو بلند کر اور ساق عرش کو دیکھ، آدمؑ نے اپنے سر کو اُوپر کیا اور دیکھا کہ ساق عرش پر لکھا ہوا تھا:

لا الہ الّا اللّٰہ ،محمد الرّسول اللّٰہ

کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور محمدؐ اُسکے رسول ہیں اور آگے لکھا ہوا تھا کہ علیؑ فرزند ابوطالب، امیر المؤمنین ہیں اور اُن کی زوجہ عالمین کی خواتین کی سردار ہیں اور حسنؑ وحسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ آدمؑ نے عرض کیا: خدایا یہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! یہ تیری اولاد سے ہیں، تم سے اور اُن سب سے جو پیدا کیے جائیں گے، یہ افضل ہیں۔ اگر اِنکا وجود نہ ہوتا، تجھے پیدا نہ کرتا، نہ ہی جنت، دوزخ، زمین وآسمان کو پیدا کرتا. اُنکو حسد کی نگاہ سے نہ دیکھنا، ورنہ اپنے قرب سے نکال دوں گا۔

اِس کے باوجود آدمؑ نے اُن کو اُسی نگاہوں سے دیکھا جس سے منع کیا گیا تھا اور اُنکے مقام کی آرزو کی، اِسی وجہ سے شیطان نے اُن پر تسلط حاصل کر لیا اور اُس درخت سے کہ جس سے منع کیا گیا تھا، کھالیا۔ اِسی طرح جب حوا نے، حضرت فاطمہؑ کے مقام کو اُس نگاہ سے دیکھا جس سے منع کیا گیا تھا، تو شیطان نے اُن پر بھی تسلط حاصل کر لیا۔ جیسے ہی آدمؑ اور حوا نے اُس درخت کا پھل

کھایا، اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کو جنت سے نکال دیا گیا اور اپنے قرب سے زمین پر بھیج دیا(۱)

قوم نوح

☆ اللہ تعالیٰ نے کیوں تمام قوم نوح کو غرق کر دیا، جبکہ اِن میں بچے اور بے گناہ افراد بھی شامل تھے ؟

اِن میں بچے موجود نہیں تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِنہیں چالیس (۴۰) سال سے پہلے بچے پیدا کرنے سے محروم کر دیا تھا، پس اُن کی نسل ہی نہ تھی۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بے گناہ کو گناہ کاروں جیسا عذاب دے اور وہ گروہ جو قوم نوح میں سے رہ گئے تھے اُن کو اِس لئے غرق کیا کہ وہ پیغمبر خدا حضرت نوحؑ کی تکذیب کر رہے تھے، اور وہ جو کہ دوسرے تھے، وہ تکذیب کرنے والوں سے راضی تھے، اگر کوئی کسی کے کام سے راضی ہو تو وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ اُن جیسے کام کرتا ہو(۲)

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، معانی الاخبار، ص۱۲۴، عیون اخبار الرضاؑ، ج۱، ص۳۰۶؛ توضیح: اس روایت میں حسد سے مراد یہ ہے کہ جو چیز دوسرے کے پاس ہے اسے حاصل کرنا چاہے جبکہ وہ جانتے تھے کہ اہل بیتؑ اُن پر برتری رکھتے ہیں، بہتر یہ تھا کہ خدا کی رضا پر راضی رہتے، اور یہ آرزو آدم جیسے شخص کیلئے ترک اولیٰ تھی: مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج۲۶، ص۲۷۳.

۲۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، التوحید، ص۳۹۲، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۷۵، علل الشرائع، ج۱، ص۳۰.

حضرت نوحؑ کا بیٹا

☆ آیہ شریفہ ﴿اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَھۡلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ﴾ (۱)

''اے نوح! وہ تیرے اہل سے نہیں ہے، اُس کا عمل بایقین غیر صالح ہے'' سے کیا مراد ہے؟ کیا حضرت نوحؑ کا بیٹا اُن کا حقیقی بیٹا نہ تھا؟

نہیں ایسا نہیں ہے، وہ حضرت نوحؑ کا حقیقی بیٹا تھا اور اُن کی نسل سے تھا ۔مگر اُس کے اعمال اچھے نہیں تھے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان سے منحرف رہتا تھا، اور معنوی پیوند کو توڑ دیتا تھا، تو اِس بنا پر حضرت نوحؑ سے کہا گیا کہ وہ تمہارا فرزند صالح نہیں ہے (۲)

خدا کا موسیٰؑ سے کلام کرنا

☆ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ سے کس طریقے سے کلام کیا کرتے تھے؟

اللہ تعالیٰ منزّہ و پاک ہے کہ وہ انسانوں کی طرح زبان سے تکلم کرے. کلام خالق، مخلوق کے ساتھ ایسے نہیں ہے جیسے مخلوق، مخلوق سے کلام کرتی ہے ۔اللہ تعالیٰ نے، موسیٰؑ سے جو کلام کیا وہ بلا تردید، الہام قلبی کی صورت میں تھا (۳)

غرق فرعون

☆ جبکہ فرعون نے اظہار ایمان و توحید کر دیا تھا، تو کیوں اُس کو غرق کر دیا ؟

جب فرعون نے عذاب کا مشاہدہ کر لیا تو اُس وقت ایمان کا اظہار کیا تھا. جب ایمان کا اظہار عذاب کے روبرو ہونے کے بعد کیا جائے گا، تو یہ قبول نہیں کیا جا سکتا ۔اور یہی حکم اللہ تعالیٰ نے گذشتہ اور آئندہ آنے والوں کے لئے رکھا ہے ۔اُس کا فرمان ہے:

۱۔ ہود (۱۱): ۴۶ ۲۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج۱۰، ص ۶۵. ۳۔ طبرسی، احمد بن علی، الاحتجاج، ج۲، ص ۴۰۶

﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ وَکَفَرْنَا بِمَا کُنَّا بِہٖ مُشْرِکِیْنَ . فَلَمْ یَکُ یَنْفَعُھُمْ اِیْمَانُھُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا﴾ (۱) '' جب عذاب کو سامنے دیکھا تو کہنے لگے، ہم خدائے واحد پر ایمان لاتے ہیں اور اُس کا انکار کرتے ہیں جس کو اُس کا شریک قرار دیتے تھے، لیکن اُن کا یہ ایمان لانا، جب عذاب کو دیکھنے لگے، اُن کو کوئی فائدہ نہیں بخشے گا '' اور دوسری آیہ شریفہ میں یوں فرمایا ﴿ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْٓ اِیْمَانِھَا خَیْرًا﴾ (۲) '' اُس روز جب تمہارے پروردگار کا عذاب آئے گا تو کسی کا بھی اُس روز ایمان لانا، جب کہ وہ پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا اگر وہ ایمان لایا تھا، مگر اُس نے کوئی نیک کام انجام نہیں دیئے تھے، تو اُس کے لئے کوئی فائدہ مند نہ ہوگا ''

اسی طرح فرعون سے متعلق، جب وہ غرق ہو رہا تھا ﴿ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَاءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (۳) '' اُس نے کہا، میں ایمان لے آیا کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر وہ کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہوئے ہیں اور میں سر تسلیم خم کرنے والوں میں سے ہوں'' اُس سے کہا گیا ﴿ آلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَۃً .....﴾ (۴) ''اب اظہار ایمان کرتا ہے، جبکہ پہلے بہت سرکشی کی ہے اور تباہ کار تھا! مگر اب ہم تمہارے بے روح بدن کو نجات دیتے ہیں تا کہ آنے والو کے لئے عبرت بن جاؤ، اور اُسکے زرہ پہنے وزنی آہنی اسلحے کے ساتھ، بدن کو زمین پر پھینک دیا گیا۔

۱۔ غافر (۴۰): ۸۴۔۸۵.　　۲۔ انعام (۶): ۱۵۸.

۳۔ یونس (۱۰): ۹۰　　۴۔ یونس (۱۰): ۹۱۔۹۲

تا کہ آئندہ والوں کے لئے عبرت بنے۔غرق کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ غرق ہوتے وقت وہ موسیٰؑ سے متوسل ہوا، اور اللہ تعالیٰ سے نجات کی درخواست نہ کی، تو اللہ تعالیٰ نے اِس طرح موسیٰؑ کو وحی فرمائی:

اے موسیٰ! تم نے تو فرعون کو خلق نہیں کیا، اگر وہ مجھ سے نجات کا طالب ہوتا تو میں اُسکو نجات دے دیتا (۱)

حواری

☆ حواریون کو اِس نام سے کیوں پکارتے ہیں ؟

کیونکہ وہ لوگ لباس کو دھوتے تھے اور اُس کی آلودگی کو اُس سے صاف کرتے تھے. اور دوسری وجہ یہ کہ جو خبز حوّار سے لیا گیا ہے، یہ وہ نان ہے کہ جو باریک آٹے سے نہ بنایا گیا ہو، بلکہ اُس کو گوندھ کر بنایا گیا ہو۔ البتہ ہمارے نزدیک عرفیت پہلی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ اپنے آپ کو اور دوسروں کو وعظ و نصیحت کے ذریعہ سے، ہر آلودگی سے پاک کرتے تھے (۲)

نصرانی

☆ عیسائیوں کو نصرانی کیوں کہتے ہیں؟

کیونکہ وہ شام کی ایک بستی ''ناصریہ'' کے رہنے والے تھے اور حضرت مریم و عیسیٰ علیہما السلام نے مصر سے واپسی پر اُس جگہ کو اپنے لئے رہنے کا ٹھکانہ بنایا تھا (۳)

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۷۷۔۷۸، علل الشرائع، ج۱، ص۵۹.
۲۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۸۰.
۳۔جزائری، النور المبین فی قصص الانبیاء و المرسلین، ج۱، ص۸۰.

پیامبر اعظم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

☆ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اخلاق اور جسمانی خصوصیات کو ہمارے لئے توضیح کردیں؟

حضرت علیؑ سے سوال کیا گیا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمارے لئے اس طرح تعریف بیان کریں گویا ہم اُنہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ہم اُن کے اخلاق اور جسمانی خصوصیات جاننے کے مشتاق ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ: پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا رنگ گندمی تھا آپؐ کی آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں،آپؐ کے بال لمبے تھے اور داڑھی گھنی تھی،آپؐ کی گردن سفید چاندی کی مانند نورانی تھی،آپؐ کے سینے سے ناف تک بال تھے،سینہ اور شکم کے علاوہ بال نہ تھے،آپؐ کے ہاتھ و پاؤں نرم اور اُن پر گوشت چڑھا ہوا تھا ، جب آپؐ چلتے تھے تو پاؤں کو جما جما کر رکھ کر چلتے تھے جب بھی کوئی کام ہوتا تو تیز قدم اُٹھاتے تھے، جب کسی شخص سے بات کرتے تو اپنے کو مکمل اُس کی طرف متوجہ رکھتے تھے.میانہ قد کے تھے یعنی نہ ہی بلند اور ہی کوتاہ قد.آپؐ کے چہرے پر رگیں تھیں اور جب لوگوں سے بات کرتے تھے تو ظاہر ہوجاتی تھیں۔آپؐ کا چیرہ مبارک چمکتا تھا اور مُشک کی مانند خوشبو تھی۔کسی پر تھکان ظاہر نہیں کرتے تھے،نہ اپنے سے ناراض ہونے دیتے تھے۔ لوگوں سے بہت ہی شفقت سے پیش آتے تھے،نرم اور آرام سے تکلم کرتے تھے۔تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے، جو بھی معرفت کے ساتھ آپؐ سے کلام کرتا اُس کو اپنا دوست بنا لیتے تھے۔ آپؐ کی پیشانی نورانی تھی، جو بھی آپؐ سے ملتا وہ یہ کہتا تھا کہ آپؐ کی مانند کسی کو نہیں دیکھا(۱)

۱۔ابن بابویہ قمی،محمد بن علی (شیخ صدوق) مسند الامام الرضاؑ (عیون)، ج۲،ص ۴۷۸.

وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

☆ آپ ؐ کی رحلت کے وقت، آپ ؐ کی عمر کیا تھی؟

میرے والد نے اپنے والد سے اُنھوں نے اپنے اجداد سے اور اُنہوں نے امیر المومنینؑ سے روایت نقل کی ہے: پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ۱۱ ہجری میں ۶۳ سال کی عمر میں جہان سے رحلت فرمائی. پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے چالیس سال مکہ مکرّمہ میں گذارے تھے کہ آپ ؐ پر وحی نازل ہوئی. مبعوث بہ رسالت ہونے کے بعد تیرہ سال آپ ؐ نے مزید قیام فرمایا جب آپ ؐ مدینہ روانہ ہوئے تو اُس وقت ۵۳ سال کے تھے۔ دس سال، اپنی عمر مبارک کے آخری حصّے مدینہ میں گذارے(۱)

پیغمبر ؐ کی آمد و رفت کا راستہ

☆ روایت میں ہے کہ آپ ؐ جس راستے سے جاتے تھے تو واپسی پر کسی اور راستے سے آتے تھے، کیا اِسی طرح تھا؟

ہاں یہ ٹھیک ہے! میں بھی یہی کام کرتا ہوں. کیونکہ ایسا کرنے سے روزی میں اضافہ ہوتا ہے(۲)

دو ذبیحوں کا فرزند

☆ پیغمبر اعظم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں، اس سے کیا مراد ہے؟

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، ج ۱، ص ۸۲.

۲۔ علامہ طباطبائی، محمد حسین، سنن النبی، ج ۷، ص ۵۵.

آپؑ کی اِس بات سے مراد ’’اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ علیہما السلام اور عبداللہ بن عبدالمطّلب علیہما السلام‘‘ ہیں۔ اسماعیلؑ وہ بردبار فرزند ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی پیدائش کی بشارت دی تھی جب وہ بالغ ہونے کے سن کے قریب ہوئے تو آپؑ کے والد محترم حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا : میرے بیٹے! مجھے خواب میں حکم ملا ہے کہ تجھے قربان کردوں، اِس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ حضرت اسماعیلؑ نے عرض کیا: بابا جان! جو بھی حکم ملا ہے، اُس پر عمل کریں۔ آپؑ نے یہ نہیں کہا کہ جو خواب دیکھا ہے اُس پر عمل کریں، پھر فرمایا: انشاءاللہ آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند کو ذبح کرنے کی تیاری کر لی تو اللہ تعالیٰ نے دنبے کو بھیج دیا اور حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھ وہ ذبح ہوگیا، حضرت اسماعیلؑ بچ گئے. اب منیٰ میں جو قربانی کی جاتی ہے وہ حضرت اسماعیلؑ کا فدیہ ہے جو روزِ قیامت تک جاری ہے(۱)

۱۔ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج۱، ص۶۱. ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، الخصال، ج۱، ص۵۵۔۵۶، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۷۷؛ محدث جزائری، النور المبین فی قصص الانبیاء و المرسلین، ج۱، ص۱۲۸.

امام شناسی

عترت

☆ عترت پاک سے کون مراد ہیں؟

عترت سے مراد وہ ہیں کہ جن کی تعریف وتوصیف اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کی ہے اور اُن کے بارے میں فرمایا ہے : ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا﴾(۱) اللہ فقط یہ چاہتا ہے کہ نجاست کو، اے اہل بیتؑ! تم سے دُور۔ اور تمہیں مکمل طاہر ومطہّر کرے۔ اُنہی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم اُن سے متمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور وہ دو یہ ہیں ایک کتاب (قرآن کریم) اور دوسری میری عترت اور یہ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہو جائیں گے(۲)

۱۔ احزاب(۳۳):۳۳.

۲۔ قرشی، محمد باقر، پژوہشی در زندگانی امام علی بن موسی الرضا، ج۱ص ۲۵۹۔۲۶۰.

برتری عترت

☆ عترت پاک کی برتری کی کیا علت ہے؟

اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ (۱)

نوحؑ اور ابراہیمؑ کو ہم نے بھیجا اور اُن کی ذریّت میں کتاب اور نبوت رکھی، اُن دونوں کی ذرّیت میں بعض ہدایت یافتہ ہیں اور کثرت سے فاسق ہیں۔ اِس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو ہدایت یافتہ ہیں وہ وارث نبوت و کتاب ہیں، فاسقین اور گنہکار اس ذریّت میں شامل نہیں ہیں۔ عترت کی برتری کو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یوں آشکار کرتے ہیں ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَامِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (۲)

بالیقین اللہ تعالیٰ نے آدمؑ و نوحؑ وآل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو جہانوں پر برتری دی ہے۔ یہ نسل ہے کہ جو بعض میں سے بعض سے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نہایت سننے والا اور علم والا ہے۔ اسی طرح ایک جگہ فرمایا ﴿ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا﴾ (۳) یا وہ اُن لوگوں سے حسد کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا، بے شک ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب وحکمت دی اور مُلک عظیم عطا کیا۔ اور اسکے بعد لوگوں سے یوں خطاب کیا﴿ يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾(۴) ”اے ایمان لانے والو! اللہ کی اطاعت

۱۔ حدید(۵۷):۲۶۔ ۲۔ آل عمران(۳): ۳۳۔۳۴۔ ۳۔ نساء(۴):۵۴۔ ۴۔ نساء(۴):۵۹۔

کرو، اُس کے رسولؐ کی اور اولی الامر کی'' یعنی یہ وہ ہیں کہ جن کو کتاب وحکمت کے ساتھ رکھا ہے اِسی وجہ سے اُن سے حسد ودشمنی کی گئی. اور آیہ شریفہ سے مراد ﴿اَمْ یَحْسُدُو نَ النَّاسَ عَلٰی مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ﴾ اُن برگزیدگان وطاہرین کی اطاعت ہے، اور ملک عظیم میں اُن کے اقتدار کا مطلب اُن کی اطاعت ہے(۱)

وارثین کتاب الٰہی

☆ وارثین کتاب الٰہی اور خدا کے برگزیدگان (چُنے ہوئے) اِس آیہ شریفہ کے مطابق ﴿اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾ (۲) '' پھر ہم نے ان کو کتاب کا وارث بنا دیا، جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا ہے'' کون ہیں؟

اِس آیہ شریفہ سے مراد، وارث کتاب اور برگزیدگان صرف وہ ہیں جو پیغمبرؐ کی عترت پاک ہیں نہ کہ تمام کی تمام امّت کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِس کے بعد کی آیہ شریفہ میں فرمایا ہے ﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا..... ﴾ (۳) وارثین کتاب ہی اہل بہشت ہیں اور بہشت کی نعمتوں سے وہ مستفیض ہوں گے ۔ یہ اس حالت میں ہے کہ اِس سے پہلے آیہ شریفہ میں امّت اسلامی کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، اپنے آپ پر ظلم کرنے والے، میانہ رو، اور نیکی میں سبقت کرنے والے اِن کی معرفت کرائی گئی ہے۔ بلاتردید، یہ تینوں گروہ آپس میں برابر نہیں ہیں، اور اہل جنت سے نہیں ہوں گے. بلکہ نیکی میں سبقت کرنے والے راہ خیر پر ہیں اور کامیاب ہیں اور یہی فضل خدا سے بہرہ مند ہوں گے

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج۱،ص۲۳۰۔۲۳۱

۲۔فاطر (۳۵):۳۲.

۳۔فاطر (۳۵):۳۳

اور یہ اُن کی خصوصیت ہے(۱)

مقام امیر المؤمنین علیہ السلام

☆ **امیر المؤمنین علیہ السلام جنت ودوزخ کے تقسیم کرنے والے کیوں قرار پائے؟ (قسیم الجنّة و النّار)**

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: **حُبّ علی ایمان و بغضه کفر**۔ یعنی علی علیہ السلام سے محبت کرنا ایمان اور اُن سے بغض وکینہ رکھنا کفر ہے۔ اِسی بنا پر جنت ودوزخ کی تقسیم اُن سے محبت کی اساس پر اور اُن سے دشمنی کی بنیاد پر ہے. وہی جنت ودوزخ کو تقسیم کرنے والے ہیں(۲)

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی عمر

☆ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے کتنے سال زندگی گذاری؟

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا بعثت کے پانچ سال بعد جب اہل قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر و مرمّت کی تھی دُنیا میں تشریف لائیں۔ اٹھارہ سال کی عمر میں آپؑ نے اِس دُنیا سے کوچ فرمایا. مکہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ، آٹھ سال اور ہجرت کے بعد رسول اللہؐ کے ساتھ دس سال زندگی گذاری ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد روایت کے مطابق، صرف پچھتّر (۷۵) دن زندہ رہیں(۳)

اطاعت اولی الامر

☆**اولی الامر** کو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا اور اُنکی اطاعت واجب کی! اس کی دلیل کیا ہے؟

۱۔ مجلسی؛ محمد باقر، بحار الانوار، ج ۲۵ ص۲۲۰؛ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج۱، ص۲۲۸.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۸۶. ۳۔ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج۱، ص۱۳۹.

اِس سوال کے چند ایک جواب ہیں.

الف : کیونکہ لوگوں کیلئے حدود رکھی گئی ہیں اور حکم دیا گیا ہے کہ اِن سے تجاوز نہ کریں تا کہ تباہی وفساد سے محفوظ رہ سکیں۔ یہ اس وقت ممکن ہے، جب لوگوں کے لئے افراد معین کیے جائیں تا کہ لوگوں کو فساد کی طرف جانے سے منع کر سکیں اور اُن کو تجاوز اور فساد سے روک سکیں. اگر ایسے نہ ہوتا تو کوئی بھی تجاوز وفساد سے نہ رُکتا اور اپنے مفاد کی خاطر ہر کام انجام دیتا. اِس بنا پر لوگوں کے لئے محافظ مقرر کیے گئے ہیں تا کہ اُنکو فساد سے روکیں اور حدود و احکام الٰہی کو لوگوں کے درمیان برقرار رکھیں۔

ب : ہم سب کا مشاہدہ ہے کہ ملتیں اور گروہ پیشواؤں کے بغیر زندگی گذارنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ لوگ اُمورِ دین و دُنیا میں اپنے لئے امام و رہبر رکھتے ہوں اور ایک حکیم کی حکمت کے لئے جائز نہیں ہے کہ خلق کو آزاد چھوڑ دے کہ وہ بغیر رہبر کے زندگی گزاریں۔ ایک معاشرہ اُسی وقت قائم و دائم رہ سکتا ہے جب وہ ایک امام و رہبر رکھتے ہوں. لوگ ایک رہبر یا لیڈر کی موجودگی میں دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لئے اپنا دفاع کر سکتے ہیں۔ اپنے منافع اپنے درمیان تقسیم کر سکتے ہیں، معاشرے کو پابند کر سکتے ہیں. اور اُن کی ضروریات زندگی کو پورا کر سکتے ہیں اور ظالم سے مظلوم کا حق دلا سکتے ہیں۔

ج : اگر اللہ تعالٰی معاشرے کیلئے امام قیّم، امین وحافظ معیّن نہ کرتا، تو ملّت و دین ختم ہو جاتے. سنّت اور احکام میں تبدیلیاں واقع ہو جاتی. بدعت گزار (احکام) دین کو کم اور زیادہ کر دیتے ۔ ملحدان اِس میں تصرّفات کرتے اور تغیّرات کو وجود میں لے آتے ، اور اسلامی معاشرے میں شبہات پیدا کر دیئے جاتے۔ کیونکہ عقل وفکر کے حساب سے تمام لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے. اِس لئے مربیّ کے نیاز مند ہیں۔ اور (مربیّ کے بغیر) اختلاف پیدا ہو جاتا۔ اور اختلافات کی وجہ سے

معاشرہ تتّر بتّر ہوجاتا۔ اگر امام ورہبر نہ ہوتو معاشرہ فاسد ہوجائے گا۔ شرائع، سنن واحکام وایمان میں تغیّر وتبدّل پیدا ہوجائے گا اور لوگ فاسد ہوجائیں گے(۱)

خصوصیات امام

☆ امام کی خصوصیات بیان کریں؟

امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ تورات، زبور، انجیل اور قرآن کریم سے آگاہ ہو تاکہ وہ اہل تورات سے تورات واہل زبور سے زبور واہل انجیل سے انجیل اور اہل قرآن سے قرآن کریم ہی کے مطابق بحث کرسکیں۔

امام کیلئے ضروری ہے کہ وہ تمام زبانوں پر تسلط رکھتے ہوں تاکہ ہر زبان جاننے والے سے اُسی کی زبان میں مذاکرہ ومناظرہ کرسکیں۔ اِن صفات کے علاوہ وہ خداترس ہو، ہر خرابی ونجاست سے دُور ہوں، کوئی عیب نہ ہو. عادل، منصف مزاج، عاقل، محبت کرنے والے، مہربان تر، درگذر کرنے والے، صادق، رحیم، شفیق، شریف اور قابل اعتماد ہوں (۲)

نسب امام

☆ پیغمبر اکرمؐ کے خاندان کے علاوہ امام کیوں نہیں ہوسکتا ؟

اس کے عدم جواز کے بارے میں مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

الف : امام کی اطاعت واجب ہے۔ لہذا اُن کی شناخت ضروری ہے اُن کے پاس امامت کی دلیل ہو، تاکہ اچھی معرفت حاصل ہوسکے اور اُنکے، اور دوسروں کے درمیان فرق واضح ہوجائے،

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲ص۱۰۰۔۱۰۱؛ مجلسی؛ محمد باقر، بحارالانوار، ج ۲۳ ص۳۲.

۲۔ راوندی، شیخ قطب الدین، الخرائج والجرائح، ج۱ص۳۵۰.

اُس شہرت خاندانی کے ساتھ اور وصیت ظاہری امام کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے. اور لوگوں کو اُن کی جانب ہدایت کرتی ہے.

ب : **اگر امامت پیغمبرؐ کے خاندان کے علاوہ ہوتی تو وہ پیغمبر نہ ہونے کے باوجود پیغمبر پر فوقیت** ظاہر کرتے اِس طریقے سے فرزندان رسول ، رسولؐ کے دشمنوں کی پیروی کرتے ، مانند اولاد ابوجہل وابن ابی معیط ---

ج : جب رسول کی رسالت پر ایمان رکھتے ہوں اور اُن کی اطاعت کرتے ہوں، تو پھر اُن میں تکبّر آ ہی نہیں سکتا، کہ کیوں، اُن کی اُولاد، در اُولاد کی پیروی کرتے ہیں ، تو لوگوں کو اِس بحث کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ اور جب بھی یہ مسئلہ رسولؐ کے خاندان کے علاوہ ہوگا اور جو بھی اِس مقام اُولاد رسول سے دُوری کرے گا، تو وہ خود اپنے آپکو اِس مقام کے لئے دوسروں سے سزاوار سمجھنے لگے گا اور تکبر وغرور کی وجہ سے کسی اور کی اطاعت نہیں کرے گا اور یہ اختلاف اسلامی معاشرہ کو فساد کیطرف لے جائے گا اور اِس طرح سے جامعہ اسلامی میں اختلاف وتنازعات پیدا ہونے لگیں گے (۱)

ائمہؑ طاہرین کے اُوامر کو زندہ کرنا

☆ **فرمایا گیا ہے " رحم الله عبدا احیا امرنا " اللہ اُس پر رحم کرے جو ہمارے اَمر کو زندہ کرے، اِس سے کیا مراد ہے؟**

یعنی ائمہ معصوم علیہم السلام کے علوم اور معارف کو حاصل کرے اور اُس کی لوگوں کو تعلیم دے کیونکہ اگر لوگ ہمارے کلام کی خوبیوں اور فوائد کو سمجھ جائیں تو پھر ہماری پیروی کریں گے (۲)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۰۲۔۱۰۳؛ مجلسی؛ محمد باقر، بحار الانوار، ج ۲۵ ص ۱۴۵.

۲۔ مجلسی؛ محمد باقر، بحار الانوار، ج ۲ ص ۳۰؛ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۱، ص ۸۷، معانی الاخبار، ص ۱۸۰

ضرورتِ وجود امام

☆ کیا زمین حجت خدا سے خالی رہ سکتی ہے؟

اگر زمین حجت سے خالی ہو اور ایک لحظہ امام کے بغیر ہوتی تو یہ اپنے اہل کو اپنے اندر دفن کر لیتی (۱)

امام شناسی کے ذرائع

☆ امام کو کس طرح سے پہچانا جا سکتا ہے؟

امام کو ان کے علم اور دعاؤں کی قبولی کی بنا پر پہچان سکتے ہیں (۲)

بعد میں آنے والے امام کو کس وسیلے سے پہچانیں؟

☆ امام کی چند علامتیں ہیں: اُن کے پاس علم و فضل ہو۔ امام، امام کی وصیت سے معین ہوتا ہے۔ لوگ امام سے سوال کریں کہ کس کو اپنا وصی و جانشین بنایا ہے؟ تو اُن کو جواب دیا جائے گا کہ فلاں کو۔ اور اِسی طرح (ایک اور علامت) اسلحہ ہے کہ یہ جس کے بھی پاس ہوگا وہ خلیفہ و جانشین ہے (۳)

مقام امام

☆ امامت کے مقام کی توضیح ؟

امامت بلند تریں، گراں مایہ ترین، رفیع ترین، مضبوط ترین اور عمیق ترین مقام ہے کہ لوگ اپنی عقل سے اُس مقام کا ادراک نہیں کر سکتے یا اپنی سوچ اور اندازے سے اس کا تعین نہیں کر سکتے

۱۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی۔ ج ۱، ص ۱۷۹؛ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۱، ص ۸۸.

۲۔ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۳۳.

۳۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی۔ ج ۱، ص ۲۸۴. ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، الخصال، ج ۱، ص ۱۱۶۔۱۱۷.

اورنہ ہی امام کو اپنی طرف سے اختیار کر سکتے ہیں۔

امامت وہ مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ خلیل کو پیغمبری اور دوستی کے بعد اُن کیلئے یہ مرتبہ امامت مخصوص کیا ہے۔ یہ ایک ایسی فضیلت ہے کہ اِس عہدے سے اُن کو مشرّف اور نامور کیا اور خود فرمایا ﴿اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ (۱) میں تمھیں لوگوں کا امام مقرر کرتا ہوں، ابراہیم علیہ السلام اِس بلند عہدے کو پانے اور اس کی اہمیت کو جان لینے کے بعد ، اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ﴿ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِی ﴾(۲) اور میری نسل میں امامت قرار دے !؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ﴿ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴾(۳) میرا عہد (امامت) ظالموں کیلئے نہیں ہے۔ اِس آیت سے علم ہو جاتا ہے کہ عہدہ امامت کو، ہر ظالم سے، قیامت تک کے لئے دُور رکھا گیا ہے اور یہ مقدس عہدہ صرف مخصوص اصطفیٰ افراد کیلئے ہے. پس اللہ تعالیٰ نے کرامت کو حضرت ابراہیم پر تمام کیا، اور اُن کی طاہر اور صالح اولاد کو اِس عہدۂ امامت کیلئے چنا، اور اِس بارے میں فرمایا : ﴿ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ نَافِلَةً وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ . وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ﴾ (۴) اور ہم نے اُن کو اسحاق و یعقوب کے علاوہ اور بھی اولاد عطاء کی اور سب کو صالحین میں قرار دیا اور اُن کو امام بنایا کہ ہمارے امر سے ہدایت کریں، اور ہم نے اُن کی جانب وحی کی کہ نیک کام کریں ، نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں، اور وہ میرے عبادت گذار بندے تھے اور اِس طرح سے امامت اُن کی اولاد میں ہوگی، بعض، بعض سے اور صدیوں منتقل

۱۔ بقرہ (۲):۱۲۴.　　۲۔ بقرہ (۲):۱۲۴.

۳۔ بقرہ (۲):۱۲۴.　　۴۔ الانبیاء (۲۱):۷۲۔۷۳.

ہوتی رہے گی، یہاں تک کہ خدائے متعال، اِس میراث کو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قرار دے گا اور فرمایا ﴿ اِنَّ اَوۡلَى النَّاسِ بِاِبۡرٰهِيۡمَ لَلَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاللّٰهُ وَلِىُّ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴾ (۱) حضرت ابراہیم کے نزدیک ترین وہ تھے جو کہ اُنکی پیروی کرتے تھے، یہ پیغمبر اور جو ایمان لائے ہیں اور اللہ مؤمنین کا ولی ہے۔ اِس طریقے سے امامت اُنکے ساتھ مختص ہوگئی اور اُنھوں نے فرمان خدا سے امامت کو علیؑ کے حوالے کیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے واجب کیا تھا تو اُنکی اولاد میں جو برگزیدہ تھے. امامت کو اُن میں مقرر کر دیا یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے علم وایمان سے نوازا تھا اور فرمایا ﴿ وَقَالَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَالۡاِيۡمَانَ لَقَدۡ لَبِثۡتُمۡ فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوۡمِ الۡبَعۡثِ ﴾(۲) اور جو اُس سے ایمان وعلم سے بہرہ مند ہوئے کہیں گے کہ کتاب اللہ کے مطابق تم یوم قیامت تک ٹھہرے رہے، تو یہ قیامت کا دن ہے، لیکن تم لوگ بے خبر بنے ہوئے ہو۔ پس امامت، قیامت تک مخصوص فرزندان رسول کیلئے ہے اِس وجہ سے کہ قیامت تک کیلئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

پس یہ نادان لوگ کہاں سے طاقت لائیں گے کہ اپنے لئے خود امام بنالیں امامت پیغمبروں جیسی منزلت ہے، اور اوصیاء کی میراث ہے، امام جانشین خدا، اور جانشین رسولؐ ہے، مقام امیر المؤمنین علیؑ اور میراثِ امام حسنؑ وحسینؑ ہے ، امامت زمام دین ہے اور نظام مسلمین ہے ،امامت دُنیا کی اصلاح کے لئے ہے مؤمنین کے لئے مایہ عزّت وسرفرازی ہے یہ ایک ایسی اصل واساس ہے جس سے اسلام کے فروغ کا سبب بنتا ہے اور اِس کی فروعات بلند مرتبہ ہیں

۱۔ آل عمران (۳):۶۸.

۲۔ روم (۳۰):۵۶.

نماز، روزہ، حج، جہاد، غنائم کی فراوانی وصدقات، اجراء حدود واحکام اور سرحدوں کی پاسداری و حفاظت ـ ـ ـ ـ ـ ۔ اِن سب پرعمل اور حصولِ کمال کا سبب امام کا وجود ہے۔ امام حلال خدا کو حلال اور حرام خدا کو حرام، برقرار رکھنے کا ذمہ دار اور دین خدا کا دفاع کرنے والے ہیں۔ اپنی نصیحتوں اور حکیمانہ انداز اور دلائل سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی صراط مستقیم پر لاتے ہیں۔

امام اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے درمیان، امین خداوند ہیں۔ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے حجت ودلیل ہیں۔ اللہ کی زمین پر وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جانشین ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی جانب دعوت دینے والے ہیں، اور حرم خداوند کا دفاع کرنے والے ہیں۔ امام ہر طرح کے گناہ سے پاک اور ہر طرح کے عیب سے مبرّا ہوتا ہے، علم اُن سے مخصوص اور حلم اُن کی خصوصیات میں سے ہے، وہ دین کا نظام ہیں اور مسلانوں کیلئے عزّت ہیں۔ منافقوں کیلئے جلال وغضب اور کافروں کے لئے ہلاکت کا سبب ہیں. وہ امامت کے سنگین وزن کو اپنے دوش پر رکھتے ہیں. سیاست سے آگاہ تر ہیں اُن کے فرمان پر عمل کرنا واجب ہے. وہ احکام الٰہی کا نفاذ کرتے ہیں. بندگان خدا کو نصیحت کرتے ہیں۔ اور وہ ہی دین کے محافظ اور پاسدار ہیں (۱)

صرف ایک امام

☆ ایک وقت میں زمین پر دو امام کیوں نہیں ہوتے؟

اس سوال کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ ایک ہی زمانے میں دو اماموں کے نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ: الف) ایک امام کے افعال واقوال میں اختلاف کا نہیں ہونا، اور اُن کے نظریات قاطع ہوتے ہیں وہ جو بھی ارادہ کرتے ہیں اس پر عمل درآمد ہوتا ہے اور جو بھی حکم دیں وہ نافذ ہو جاتا

ا۔ حکیمی، محمد رضا و دیگران، الحیاۃ، ج ۲، ص ۳۱۰۔۳۱۲؛۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی۔ ج ۱، ص ۲۰۰؛ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، کمال الدین و تمام النعمة، ج ۲، ص ۶۷۷.

ہے۔مگر دوامام، کاموں کو باہم انجام نہیں دے سکتے اور اُنکے نظریات ایک دوسرے سے مطابقت بھی نہیں رکھیں گے۔

ہم نے کبھی مشاہدہ نہیں کیا کہ دو رہبر دو مسائل میں وحدت نظر رکھتے ہوں۔جب بھی دو امام ہوں گے تو اُن کا ارادہ وتدبیر ایک دوسرے کے مخالف ہوگا، جب کہ ہر دو امام کی اطاعت واجب ہے. اِسکے نتیجے میں معاشرے میں اختلاف پیدا ہوگا، اور پھر فساد ہو جائے گا. اگر ایک کی اطاعت کی جائے گی تو قطعاً دوسرے کی مخالفت ہوگی، اور زمین پر گناہ شروع ہو جائے گا۔دو اماموں کے اختلاف سے لوگوں میں ایمان کا راستہ پیدا نہ ہوگا. اور حق کو ناحق سے جدا نہیں کیا جاسکے گا، کیونکہ دونوں کی اطاعت واجب ہوگی، اور وہ خدا کی جانب سے معین شدہ ہیں، تو پھر یہ اختلاف بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوگا اِس طرح سے اگر اُس نے باب اختلاف کو کھولا ہے. تو درحقیقت (نعوذ باللہ) یہ اختلاف وفساد اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوگا۔کیونکہ اُس نے لوگوں کو فرمان دیا ہے کہ دو امام کہ جو عقائد ونظریات میں مختلف ہیں اُن کی پیروی کی جائے۔

ب :اگر زمین پر دو امام ہوں تو لازم ہوگا کہ اُن میں سے ایک امام متخاصم لوگوں کو اپنے ہی طریقے سے دعوت کرے، اور دوسرا امام اس امام کے اس طریقے سے منع کرے، جبکہ لوگوں میں بھی یہ قدرت نہیں ہے کہ ایک امام کو دوسرے پر ترجیح دے سکیں، تو اِس طریقے سے حدود واحکام الٰہی باطل ہو جائیں گے اور لوگوں کے حقوق بھی محفوظ نہیں رہیں گے اور معاشرہ فساد میں مبتلا ہو جائے گا.

ج :اگر دونوں امام حکم میں، امر ونہی وخطابہ میں ایک دوسرے کے مساوی ہوں تو واجب ہو جاتا ہے کہ ہر دو امام ابتدا میں کلام وسخن کریں، اور ایک، دوسرے پر حق نہیں رکھتا، کہ وہ پہلے سخن کرے کیونکہ ہر دو امام مساوی ہیں. جب بھی اُن میں سے ایک کے لئے سکوت جائز ہے تو دوسرے کے

لئے بھی سکوت جائز ہے۔ جب بھی ہر دو امام کیلئے سکوت جائز ہو جاتا، تو حقوق و احکام الٰہی باطل ہو جاتے، اور حدود معلق ہو جاتے اور لوگ بھی اِس طرح بغیر امام کے رہ جاتے (۱)

علم امام

☆ امام آئندہ کی خبروں کو کہاں سے جانتے ہیں؟

امام، رسولؐ سے آئندہ کے بارے میں علم و آگاہی حاصل کرتے ہیں، اور یہ علم ایک سے دوسرے کو میراث میں ملتا ہے (۲)

☆ اور جو کچھ خداوند متعال نے اہل بیت علیہم السلام کو دیا ہے اِس سے ہمیں مطّلع فرمائیں؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی روح مقدس کے ذریعہ ہماری تائید کی ہے۔ یہ روح مقدس فرشتوں میں سے نہیں ہے. اور یہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی بھی پیغمبرؑ کے ساتھ نہ تھی. اور یہ ائمہ معصومینؑ کے ساتھ بھی ہے. اور اللہ تعالیٰ اُنکی تائید کرتا ہے اور اُن کو توفیق دیتا ہے، اور وہ روح مقدس نور کے پرتو میں سے ہے، جو ہمارے اور خداوند متعال کے درمیان میں رکھا گیا ہے (۳)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۵۴، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۲۴۰۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی۔ ج ۱، ص ۲۴۵

۲۔ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۳۳.

۳۔۔۔ ایضاً

غدیر سے متعلق

☆غدیر کا کیا مقام ہے؟

غدیر کا دن، تمام عیدوں میں جیسے: عید الفطر، عید القربان اور روز جمعہ کے درمیان ایسا مقام رکھتا ہے جیسے چاند ستاروں کے درمیان میں ہو۔ اور غدیر وہ دن ہے کہ ابراہیمؑ نے آتش نمرود سے نجات حاصل کی۔ اور غدیر کی شکرگزاری کے لئے ضروری ہے کہ روزہ رکھا جائے۔

روز غدیر وہ دن ہے کہ خداوند متعال نے دین کو کامل کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، امیر المؤمنینؑ کو لوگوں کے لئے، مقام خلافت وحکومت پر اللہ تعالیٰ کے فرمان سے منتخب کیا. اُن کی فضیلت کا اعلان کیا اِس لئے اس روز شکرانے کے طور پر روزہ رکھنا چاہیئے۔

روز غدیر کو روز ''اکمال'' کہتے ہیں، غدیر کا دن وہ ہے کہ جس نے شیاطین کو نامراد بنا دیا۔ یہ وہ روز ہے کہ جس روز شیعوں اور محبین اہل بیتؑ کے اعمال قبول کیے جائیں گے۔

روز غدیر، وہ روز ہے کہ جب خداوند متعال، مخالفوں کے اعمال کو رد کردے گا، اور اُن کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔

روز عید غدیر، وہ روز ہے کہ حضرت جبرائیلؑ اُس مخصوص کرسی کو کہ جو خداوند متعال کی کرامت میں سے ہے، بیت المعمور کے مقابل قرار دیتے ہیں، اور اُس پر جا کر فرشتوں کو اِس کے پاس جمع ہونے کو کہتے ہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے اور تبریک وتہنیت کہتے ہیں،

۱۔ بیت المعمور: قرآنی ترکیب کے مطابق اس کے معنی آباد گھر کے ہیں۔ سورہ طور، آیہ۴ میں، اس بارے میں اشارہ ہے۔ بیشتر مفسروں کے نزدیک بیت المعمور، بیت الحرام کی منزلت میں رکھتا ہے۔ قدیم ترین روایات اور تفاسیر صحابہ اور تابعین کی بنیاد پر، بیت المعمور ایک ایسا مقام ہے جو کہ بالکل کعبہ۔ بیت الحرام یا بیت العتیق کے بالکل اوپر بلند ترین مقام پر واقع ہے ہر روز فرشتے اچھی خاصی تعداد میں اس کا طواف کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں جب اس مکان سے خارج ہوجاتے ہیں تو پھر قیامت تک اُن کی باری نہیں آتی۔ بیشمار عابد فرشتے اس مکان کو آباد رکھے ہوئے ہیں۔ اس جانب توجہ رہے کہ اوپر ہونے سے مراد، معنوی ہے نہ کہ برابر حسی وجسمانی۔ : طباطبائی، محمد حسین، تفسیر المیزان، ج۸، ص۱۷۱. دائرۃ المعارف تشیع، ج۳، ص۵۸۸.

اورامیر المؤمنینؑ کے شیعوں، اُن کے فرزندوں اور محبوں کے لئے استغفار کرتے ہیں.غدیر وہ دن ہے کہ خداوند، لوگوں کے اعمال لکھنے والے کاتبوں کو فرمان دیتا ہے کہ محبان اہل بیتؑ اور ان کے شیعوں کے اعمال (نامناسب) لکھنے سے خودداری کریں اور محمدؐ اور علیؑ کے احترام میں، اُن سے درگذر کریں۔

غدیر وہ دن ہے کہ جس کو خداوند متعال نے محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے مخصوص کیا ہے۔ اگر کوئی اِس دن عبادت کرے یا اپنے اہل وعیال کے لئے خرچ کرے اور اپنے دوستوں کے ساتھ نیکی کرے تو اُس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا لطف واحسان اسکے شامل حال ہوگا، خداوند متعال اُس دن شیعوں کی کوشش وتلاش کی قدر کرتا ہے، اور ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اُنکے اعمال کو قبول کرتا ہے۔

غدیر وہ دن ہے، اِس دن اللہ تعالیٰ غم واندوہ کو دُور کرتا ہے گناہ ختم کرتا ہے اور عطاو بخشش فراواں کی جاتی ہے۔

روز غدیر وہ دن ہے کہ اِس میں علم وفضیلت تقسیم کی جاتی ہیں.روز مژدہ وبشارت ہے، عید اکبر ہے۔ اور اس دن دُعا مستجاب ہے۔

روز غدیر وہ دن ہے کہ لازمی ہے کہ اِس دن صاف ستھرے کپڑے پہنے جائیں، سیاہ لباس نہ پہنا جائے، یہ وہ دن ہے کہ غم وپریشانی کو دُور کردیا جاتا ہے۔ اور امیر المؤمنینؑ کے شیعوں کے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

غدیر وہ دن ہے کہ نیک کاموں میں سبقت کرنا چاہئے اور لازمی طور پر محمد وآل محمدؐ پر کثرت سے سلام ودرود بھیجا جائے۔

غدیر وہ دن ہے کہ اِس دن اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کیا اور پسند کیا۔ یہ دن، عید آل محمدؐ کا دن ہے۔ قبولی اعمال کا دن ہے، اور اُن کی آسائش کا دن ہے۔

اِس دن اللہ تعالیٰ سے زیادہ دعائیں کی جائیں اور ایک دوسرے کی ملاقات ومبارک باد کے لئے جایا جائے.

روز غدیر، روز دوستی ہے اور رحمت خداوند تک پہنچنے کا دن ہے۔ یوم غدیر، پاک ہونے کا اور ترکِ گناہ کا دن ہے، اور یہ وہ دن ہے کہ اِس میں سارا دن خداوند متعال کی عبادت کی جائے، اور روزے داروں کو افطار دیا جائے، جو بھی غدیر کے دن کسی مؤمن کا روزہ افطار کرائے گا، ایسے ہے جیسے اُس نے روزہ داروں کے ایک گروہ کا روزہ افطار کروایا ہو۔

غدیر روز تبریک وتہنیت ہے. اِس دن جب بھی اپنے مومن بھائی سے ملاقات کریں تو کہیں ''الحمد لله الذی جعلنا من المتمسّکین بو لایة امیر المؤمنین و الائمه علیهم السلام''

روز غدیر، مومنین ایک دوسرے کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملاقات کریں، اور میل ومحبت کی گفتگو کریں. جو بھی غدیر کے دن اپنے ایمانی بھائیوں سے مسکراتے ہوئے چہرے سے روبرو ہوگا تو خداوند متعال بھی روز قیامت اپنے لطف ورحمت سے اُن کی طرف نگاہ کرے گا. اور اُس کی ایک ہزار حاجتیں پوری کرے گا۔ اور اُس کے لئے جنت میں سفید مُر وارید (لؤلؤ) سے محل بنایا جائے گا اور اُس کے چہرے کو نورانی بنا دے گا۔

روز غدیر، روز زینت ہے اور جو بھی روز غدیر خود کو مزیّن کرے گا تو خداوند اُس کے گناہوں کو بخش دے گا اور فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ اس کے لئے نیکیاں لکھیں، اور اُس کے درجات کو بلند کردیں، اگر اس روز فوت ہوگا تو شہید کہلائے گا اور اگر زندہ رہے گا تو خوشبخت رہے گا۔

اگر روز غدیر کسی مومن کو کھانا کھلائے گا تو وہ ایسے ہے، جیسے اُس نے تمام پیغمبروںؑ اور صدّیقوں کی کھانا کھلایا ہو. اگر اپنے برادر ایمانی کی ملاقات کو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی قبر میں، ستّر نور کی

قندیلیں روشن کردے گا اور اُس کی قبر کو وسیع کردے گا اور ستّر ہزار فرشتے اُس سے ملنے آئیں گے اور جنت کی بشارت دیں گے. جو ولایت علیؑ کو قبول کرتے ہیں، وہ ایسے ہیں کہ جیسے آدمؑ کو سجدہ کیا ہو (جیسے فرشتے حکم خدا بجالائے) اور جو علیؑ کی ولایت کو قبول نہیں کرتے وہ ایسے ہیں جیسے شیطان جس نے آدم کو سجدہ نہیں کیا. اِسی روز آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾(۱) خداوند متعال نے تمام انبیاءکرام علیہم السلام کو روز غدیر، مبعوث کیا، عظمت غدیر کیلئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس دن جانشین کا انتخاب کیا (۲)

پچیس سال سکوت

☆امیر المؤمنین علیؑ پچیس سال تک کیوں خانہ نشین رہے اور ذوالفقار کو نیام میں رکھا مگر اپنی حکومت کے دوران میں برسر پیکار رہے ؟

امیر المومنین علیؑ نے اِس سکوت میں، رسول اللہ کا اقتداء کیا، کیونکہ رسولؐ اللہ نے مکہ میں تیرہ سال، اور اُنیس ماہ مدینہ میں مشرکوں کے ساتھ پیکار کو ترک رکھا، اِس کی وجہ یہ تھی کہ حامی و ناصر کم تعداد میں تھے، اور اُن کے ساتھ مقابلہ کرنے کی قوت نہیں تھی ۔حضرت علیؑ نے بھی اِسی دلیل اور سنت پر عمل کرتے ہوئے، جہاد سے دُوری اختیار کی ۔ جب مکہ اور مدینہ میں مخالفوں کے خلاف اقدام نہ کرنے سے، آپؐ کی نبوّت میں کوئی خلل نہیں آیا، اسی طرح امامت امیر المؤمنینؑ پچیس سال تک ترک جہاد سے، باطل نہیں ہوئی (۳)

امام علیؑ سے انحراف

☆اِس کے باوجود کہ لوگ امیر المؤمنین علیہ السلام کی برتری جانتے تھے، تو پھر کیوں اُن کی پیروی اختیار نہیں کی؟

۱۔مائدہ (۵):۳. ۲۔عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۷۔۲۱. ۳۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۱۴۸.

کیونکہ امیر المؤمنینؑ نے مخالفین کے آباءواجداد، بھائیوں، چچا اور ماموں وغیرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے جہاد میں قتل کیا تھا، اِسی وجہ سے اُن کے دلوں میں آپؑ کے خلاف کینہ موجود تھا۔ اور وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ آپؑ اُن کے حاکم بنیں. دوسروں کے بارے میں اُن کا یہ کینہ نہ تھا(۱)

فدک سے متعلق

☆امیر المؤمنینؑ نے اپنے دورِ خلافت میں کیوں باغ فدک کو، اُن کے وارثوں تک نہ لوٹایا؟

ہم خاندان اہل بیتؑ ہیں، ہم اپنے حق کو خداوند متعال کے علاوہ کسی سے نہیں مانگتے، ہم ولی مومنین ہیں، فقط اُن کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں اور اُن کے حقوق کو ظالمین سے لیکر اُن کے اہل کو دیتے ہیں، مگر اپنے حقوق سے دست بردار ہو جاتے ہیں(۲)

نفی غلو

☆معصومینؑ کے بارے میں غلو کرنا، آپؑ کی نگاہ میں کیسا ہے؟

میرے والد محترم نے اپنے آباءواجداد سے اور اُنھوں نے امیر المؤمنینؑ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو میرا رتبہ ومنزلت ہے اس کے علاوہ مجھے کچھ اور نہ مانو، میں نے برسوں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے، اُس وقت مجھے نبوّت دی گئی اور مجھے منتخب کیا گیا، میں اُس کا بندہ پہلے ہوں اور پھر رسول ہوں۔

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۱۴۸. عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج۱، ص۱۳۶.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۱۵۵. وہی، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۸۶

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ﴿مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ. وَلَا یَاْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَةَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (۱،۲) کسی بشر کے لئے یہ سزاوار نہیں ہے، خداوند اُسے کتاب آسمانی، حکم اور نبوت دے، اور وہ لوگوں سے کہے، خدا کے علاوہ میری عبادت کرو (بلکہ اُس کے مقام کو یہ سزاوار ہے کہ یہ کہے) لوگ اللہ کے بندے بن جائیں اس طریقے سے جیسے کہ کتاب خدا تمہیں حکم دیتی ہے اور اس بارے میں تمہیں جو تعلیم دی گئی (اور خدا کے غیر کی پرستش نہ کریں.)

اور نہ ہی یہ کہ تمہیں فرمان دے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو بعنوان خداوند انتخاب کرلیں. کیا تم اس کے بعد کہ مسلمان ہوگئے ہو، کفر کی دعوت دو گے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: دو گروہ میرے بارے میں گمراہ ہونگے اور ہلاک ہوجائیں گے ایک وہ جو میری محبت میں بہت آگے نکل جائیں گے اور مجھے میری حد سے زیادہ مقام دیں، دوسرے وہ جو دشمنی میں مجھ سے کینہ کریں اور میرے مقام سے مجھے نیچے گرائیں گے۔ میں ہر دو گروہ سے بیزار ہوں۔ اور اُن کی شکایت خداوند متعال کے حضور کروں گا۔

جو ہمارے بارے میں غلو کرے گا، ہم اُس سے بیزار ہیں، جیسا کہ عیسیٰ بن مریمؑ علیہ السلام نے نصاریٰ سے بیزاری کی تھی (۳) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ

۱۔آل عمران (۳) ۷۹. ۲۔آل عمران (۳) ۸. ۳۔نصاریٰ سے مراد یہاں پر، مسیحوں میں غلو کرنے والے۔

اِنۡ كُنۡتُ قُلۡتُهٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَهٗ تَعۡلَمُ مَا فِىۡ نَفۡسِىۡ وَ لَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِىۡ نَفۡسِكَ اِنَّكَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ﴾ (۱) ﴿مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِىۡ بِهٖۤ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىۡ وَ رَبَّكُمۡ وَ كُنۡتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا مَّا دُمۡتُ فِيۡهِمۡ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ وَاَنۡتَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ﴾ (۲)

اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا ہے کہ مجھے اور میری والدہ کو، خداوند کی جگہ، دوخدا قرار دے کر پرستش کریں ؟ اُس نے عرض کیا: تو بے عیب ہے میرے لئے مناسب نہیں کہ تیرے بارے میں وہ کہوں کہ جس کا میں حق نہیں رکھتا. اگر ایسا کہا ہے تو، تو جانتا ہے، جو کچھ میرے نفس میں ہے تو اُس کو بھی جانتا ہے، اور جو کچھ تیری ذات میں ہے اُس کو میں نہیں جانتا، کیونکہ کہ تو خود پوشیدہ رازوں سے واقف ہے۔ میں نے تیرے فرمان کے علاوہ اُن سے کچھ نہیں کہا۔ اللہ! میرا، اور تمہارا پروردگار ہے اُس کی عبادت کرو. جب تک اُن کے درمیان رہا ہوں اُن پر گواہ تھا، جب میری روح کو لے لیا، اب تو خود اُن کا نگہبان ہے، اور تو ہر چیز پر شاہد ہے. اسی طرح فرمایا﴿ لَّنۡ يَّسۡتَنۡكِفَ الۡمَسِيۡحُ اَنۡ يَّكُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰهِ وَلَا الۡمَلٰٓئِكَةُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ﴾(۳)

مسیح اور ملائکہ مقرّبین نے ہرگز اِبا نہیں کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں. اور اُسی طرح فرمایا:

﴿ مَا الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ مَرۡيَمَ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيۡقَةٌ كَانَا يَاۡكُلٰنِ الطَّعَامَ ﴾(۴) مسیح کچھ نہ تھے مگر رسول، اس سے پہلے بھی

۱۔ مائدہ(۵):۱۱۶. ۲۔ مائدہ(۵):۱۱۷. ۳۔ نساء(۴):۱۷۲. ۴۔(۵):۷۵.

پیغمبر آئے ہیں، اور اُن کی والدہ بہت سچّی تھیں، اور ہر دو کھانا تناول کرتے تھے۔

معانی یہ ہیں کہ وہ بھی قضائے حاجت کرتے تھے، جو بھی پیغمبروں یا اماموں، کے بارے میں خدائی کا دعویٰ کرے، یا اماموں کے لئے ادّعائے نبوت کرے، وہ کافر ہے اور اگر ائمہ طاہرینؑ کے علاوہ، کسی اور کیلئے ادّعائے امامت کرے، ہم اُس سے دُنیا اور آخرت میں اُس سے بیزار ہیں (۱)

۱۔ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۲ ص ۱۳۴.

زیارت

زیارت مزار امامؑ

☆ زیارت قبور ائمہ کی دلیل کیا ہے؟

ہر امام کا اپنے محبوں اور شیعوں پر حق ہے، اور اگر کوئی چاہتا ہے کہ عہد پر باقی رہے، تو ضروری ہے کہ اُنکے مزاروں پر جائے، اور اگر اُن کی زیارت کے بارے میں اظہار رغبت کرے، اور اُن کے فرمان پر عمل کرے تو وہ اُس زائر کے لئے شفاعت کریں گے(۱)

مزار حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا

☆ قبر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کہاں ہے؟

جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو اُنکے گھر ہی میں دفن کیا گیا مگر جب بنی اُمیہ نے مسجد کو وسعت دی تو وہ گھر بھی مسجد ہی میں شامل کر دیا گیا(۲)

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۲، ص۴۵۹، من لا یحضره الفقیه، ج۲، ص۵۷۷۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی۔ ج۴، ص۵٦۷.۲۔۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج۱، ص۲۴۵؛ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، معانی الاخبار، ص۲٦۸.

زیارت امام حسینؑ

☆ برائے کرم امام حسینؑ کی زیارت کی فضیلت سے متعلق توضیح دیں؟

جو قبرِ امام حسینؑ سیّد الشہداء کی زیارت کرے اور اُن کی معرفت رکھتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اُس زائر کو اپنے مقرّب بندوں میں شمار کرے گا۔ قبر سیّد الشہدؑا کے اطراف میں ستّر ہزار ملائکہ ہیں کہ جو غم زدہ اور غبار آلود ہیں اور وہ روز قیامت تک امام حسینؑ پر گریہ کرتے رہیں گے(۱)

☆ کون سے مہینے میں امام حسینؑ کی زیارت کریں؟

ماہ رجب المرجّب اور نیمہ شعبان المعظّم میں زیارت کرنا مستحب ہے. زیارت سے پہلے زائر غسل کرے اور زیارت کے وقت دعائے اُمّ داوٗد پڑھے۔ اور یہ عمل انجام دینے کیلئے ۱۳،۱۴،۱۵ کو روزہ رکھے، ۱۵ تاریخ کو جب نماز ظہر و عصر کو انجام دے دے، تو ایک خلوت کی جگہ پر بیٹھ جائے، چہرہ قبلہ کی جانب کرے اور اُس کے بعد ایک سو بار سورہ حمد و قل ھو اللہ احد اور آیت الکرسی کو دس بار پڑھے. اِس کے بعد سورہ انعام و بنی اسرائیل، کہف، لقمان، یٰس، صافّات، حٰم سجدہ، حم عسق، دخّان، فتح، واقعہ، مُلک، القلم و اذا السّماء انشقّت سے قرآن کریم کے آخر تک تلاوت کرے۔ جب قرائت سے فارغ ہو جائے تو کہے ''**صدق الله العظيم الذى لا اله الا**

---

۱. فیروز آبادی، مرتضٰی، فضائل الخمسة من الصحاح الستة، ج ۳ ص ۳۲۱.

هو الحی القیّوم" تا آخر دعا(۱)

زیارت امام موسیٰ کاظمؑ

☆ فضیلت زیارت امام موسیٰ کاظمؑ بیان فرمائیں؟

اُن کی زیارت کا بھی وہی ثواب ہے کہ جیسے حضرت سید الشہداءؑ کی زیارت کا ہے (۲)

۱۔ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج۲، ص۱۳.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، من لا یحضرہ الفقیہ، ج۲، ص۵۸۲.

مہدویت

فضیلت نیمہ شعبان المعظم

☆شب نیمہ شعبان کی کیا فضیلت ہے؟

اس رات خداوند ایک گروہ کو جہنم سے آزاد کرتا ہے، اور بڑے بڑے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے(۱)

انتظار فرج

☆انتظار فرج کیا ہے؟

کیا نہیں جانتے کہ انتظار فرج، خود فرج ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ وَ ارْ تَقِبُوا اِنِّی مَعَکُمْ رَقِیبٌ﴾(۲)

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج۱، ص۲۹۲

۲۔عیاشی، تفسیر عیاشی، ج۲، ص۱۵۹؛ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج۵۲، ص۱۲۹؛ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، کمال الدین و تمام النعمه، ج۲، ص۶۴۵.

قائم آل محمد علیہ السلام

☆ قائم اہل بیت کون ہیں، آپ کب ظہور کریں گے؟

میرا چوتھا بیٹا جو کہ تمام کنیزوں کی سیدہ وسردار کا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے وسیلے سے زمین کو جور وستم سے پاک کردے گا۔ وہ، وہ ہے کہ لوگ اُسکی ولادت میں شک کرتے ہیں۔ وہ ظہور سے پہلے ایک طولانی مدت تک لوگوں سے پنہاں رہے گا. اُس کا جب بھی ظہور ہوگا تو دنیا روشن ہوجائے گی۔ وہ معاشرے میں عدل وانصاف کو برپا کرے گا۔ مہدی وہ ہیں کہ جن کے انتظار میں زمین ہے اور اُن کے ظہور سے وہ روشن ہوجائے گی۔ اُن کا سایہ نہیں ہے۔ منادی، لوگوں کو اُنکی طرف دعوت دیں گے اور اہل زمین بلاتفریق اُس ندا کو سنیں گے۔

منادی پکارے گا کہ حجتِ خدا زمین پر ظاہر ہوگئے ہیں۔ اُنکی پیروی کرو کیونکہ حق اُنکے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُهُمۡ لَهَا خَاضِعِيۡنَ﴾(۱) اگر ہم چاہیں تو آسمان سے اُن کیلئے معجزہ اور آیت لائیں تاکہ اُن کی گردنیں اُن کے روبرو جھک جائیں (۲)

میرے بعد میرا بیٹا محمدؑ، امام ہے اُن کے بعد اُن کا بیٹا علیؑ، امام ہے، اُن کے بعد اُن کا بیٹا حسنؑ، امام ہے، اُن کے بعد اُن کا بیٹا حجتؑ، قائم وامام ہے جو کہ غیب میں رہیں گے۔ اُن کے ظہور کے وقت لوگ اُن کا حکم مانیں گے۔ اگر دُنیا کا ایک روز باقی رہے گا، تب بھی اُس دن کو اللہ اِس قدر طولانی کردے گا تاکہ آنحضرت ظہور کریں اور اِس جہان کو عدل وانصاف سے پُر کردیں

۱۔ شعراء(۲۶):۴.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، کمال الدین و تمام النعمه، ج۲ص۳۷۲؛ طبرسی، احمد بن علی، اعلام الوری باعلام الهدی، ص۴۳۴.

لیکن اُن کے ظہور اور قیام کا، قیامت کی طرح کسی کو آنے کا علم نہیں. اُن کے ظہور کا علم صرف خداوند کے پاس ہے۔ میرے والدمحترم نے اپنے آباءواجداد سے اور اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، آنخضرتؐ سے پوچھا گیا: قائم کب ظہور کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا: اُن کا ظہور وقیام، روز قیامت کی مانند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُو ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاتَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَة﴾(۱)

اُس کے علاوہ کوئی بھی اُس کو، اُس ہی کے موقع پر آشکار نہیں کرے گا (یہ حادثہ) آسمانوں اور زمین پر گراں ہے۔ وہ تمھارے پاس اچانک ظاہر ہوں گے (۲)

صاحب الامر

☆ کیا آپؑ صاحب الامر ہیں؟

میں صاحبُ الامر ہوں، مگر وہ صاحب الامر نہیں ہوں، جو ظلم وستم سے بھری ہوئی دُنیا کو، عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

قائم وصاحب الامر جس وقت ظہور فرمائیں گے تو اُن کی عمر بوڑھے لوگوں کی مانند ہوگی مگر اُن کا بدن اور چہرہ جوانوں کی مانند ہوگا۔ قائم وصاحب الامر بدن وجسم کے لحاظ سے بہت قوی اور مضبوط ہوں گے، اگر چاہیں تو ایک تنومند درخت کو اُس کی جگہ سے اُکھاڑ دیں گے۔

حضرت موسیٰؑ کا عصا اور حضرت سلیمانؑ کی اُنگوٹھی اُن کے پاس ہوگی۔ وہ میری چوتھی نسل کا فرزند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رکھا ہوا ہے۔ جب اُسکا ارادہ ہوگا، ظاہر فرمادے گا تا کہ دُنیا کو جور وستم کے بعد عدل وانصاف سے پر کردے گا (۳)

۱۔اعراف (۷):۱۸۷ ۲۔مجلسی؛ محمد باقر، بحارالانوار، ج۴۹ ص۲۳۷ وج۵۱، ص۱۵۴؛ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، کمال الدین و تمام النعمہ، ج۲، ص۳۷۲ ۳۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) کمال الدین و تمام النعمہ، ج۲، ص۳۷۶؛ طبرسی، احمد بن علی، اعلام الوری باعلام الهدی، ص۴۳۴.

علامات امام مہدی (عج)

☆ حضرت مہدی (عج) کے ظہور کے وقت کی کونسی علامتیں ہیں؟

علامتوں میں سے ایک یہ ہے: آپؑ کا سِن مبارک، بوڑھوں جیسا ہے اور چہرہ جوانوں کی مانند ہوگا. یہاں تک کہ جب کوئی اُن کو دیکھے گا تو خیال کرے گا کہ آپؑ کی عمر چالیس سال سے کم تر ہے. حقیقت تو یہ ہے کہ اُن کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ شب و روز کے گزرنے کے باوجود بھی اُن کی صحت میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، یہاں تک کہ داعی اجل کو لبیک کہیں گے (۲)

انتقام امام حسینؑ

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے: جب قائمؑ ظہور کرے گے تو قاتلین امام حسینؑ کی اولاد کو قتل کریں گے اور اُن سے اُنکے آباءواجداد کی جانب سے انتقام لیں گے لیکن کیا یہ اِس آیہ شریفہ کہ جس میں ارشاد ہوا ہے ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (۳) کے منافی نہیں؟

یقینی طور پر ایسا ہی ہے (کہ یہ امر آیت کریمہ کے ساتھ منافات نہیں رکھتا) کیونکہ قاتلین امام حسینؑ کی نسل کے لوگ ، اپنے آباءواجداد کے اَفعال سے اپنی رضامندی کا اعلان کرتے ہیں اور اُن پر افتخار کرتے ہیں اور جو بھی کسی قوم کے اَفعال سے راضی ہو ، وہ اُن کے ساتھ محشور کئے جائے گے. اگر کوئی آدمی مشرق میں قتل کر دیا جائے اور کوئی مغرب میں رہنے والا اُسکے قاتل سے راضی ہو تو وہ اُس قتل میں شریک ہے اور اگر حضرت قائمؑ اُن کو قتل کریں گے، تو اِسی رضایت کی بنا پر اُن کی یہ سزا ہوگی (ی۴)

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) کمال الدین و تمام النعمه، ج۲،ص۳۷۶؛ طبرسی، احمد بن علی، اعلام الوری باعلام الهدی، ص۴۳۴. ۲۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) کمال الدین و تمام النعمه، ج۲،ص۶۵۲، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲،ص۶۵۲. ۳۔اسراء (۱۷):۱۵. ۴۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع، ج۱،ص۲۲۹.

رجعت سے متعلق

☆ آپؑ کا رجعت سے متعلق کیا عقیدہ ہے؟

رجعت حق ہے، اور گذشتہ اُمتوں میں بھی یہ تھا. اور اِس بارے میں قرآن مجید میں بھی تذکرہ ہے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ گذشتہ اُمتوں میں ہو چکا ہے، اِس اُمت میں بھی ضرور ہوگا. جب بھی مہدی (عج) کہ جو میری اولاد میں سے ہے، ظہور کرے گا، تو عیسیٰؑ اُن کے ساتھ نماز پڑھیں گے.

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اسلام اوائل میں اجنبی و مظلوم تھا، ایک دفعہ پھر مظلوم ہو جائے گا، خوشا بہ حال مظلومین۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہؐ! اس کے بعد کیا ہوگا ؟ فرمایا : حق، حق دار کو دیا جائے گا(۱)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۲۰۱۔۲۰۲؛ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۱۳۵؛ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۳۵.

فصل دوم

حکمت واسرار احکام

☆۔طہارت

☆۔نماز

☆۔روزہ

☆۔زکوۃ

☆۔حج

☆۔جہاد

☆۔معاملات

☆۔کھانے پینے والی اشیاء

☆۔نکاح

☆۔طلاق

☆۔میراث

☆۔قضاوشہادت

☆۔حدود

☆۔قصاص

طہارت

علت وضو

☆ اسلام میں وضو کیوں واجب کیا گیا؟

وضو اِس لئے کہ جب بھی بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو اور اپنے پروردگار سے مناجات کرے تو ضروری ہے کہ پاک و پاکیزہ ہو. آلودگی اور نجاست سے خود کو صاف کرے. کاہلی و سستی کی کیفیت نہ ہو۔ رجوع قلب اور اطمینان کے ساتھ خداوند متعال کی بارگاہ میں حاضر ہو(۱)

☆ علت وضو کیا ہے؟

اِس کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی بندہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو، اور اعضاء و جوارح ظاہری کے ساتھ ملاقات کرے تو چہرے کو دھونا، سجدہ اور خضوع کے لئے لازم ہے. اور دو ہاتھوں کو دھونا اس سبب سے ہے کہ اِن کو حرکت دی جائے گی اور ان کی مدد سے رغبت و میل وخوف و،

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع، ج۱، ص۲۵۷، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۴؛ وہی، من لا یحضرہ الفقیہ، ج۱، ص۵۶

وحشت دُور ہوگی۔سر اور دو پاؤں، اس میں دلیل یہ ہے کہ ظاہر اور آشکار اعضاء ہیں اور ہر حالت میں اِن کے واسطے سے پروردگار کے سامنے قیام ہوتا ہے ، اور یہ خشوع وخضوع کہ جو صورت و بازوؤں سے ہے، ان میں نہیں ہے لہذا اُن کا مسح کرنا لازم وواجب ہوا ہے(۱)

اعضائے وضو

☆ کیوں وضو میں ہاتھ اور چہرے کا دھونا واجب ہے؟

جب بھی بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتا ہے تو اُسکے اعضاء وجوارح ظاہری وہی ہیں جو کہ وضو کے وقت دھونے پڑتے ہیں۔کیونکہ نماز گزار اپنے چہرے کے ساتھ سجدہ کرتا ہے ، اور خشوع وخضوع کرتا ہے، اپنے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے، اور سر سے رکوع وسجدے میں جاتا ہے، اور اپنے پاؤں سے اُٹھتا اور بیٹھتا ہے(۲)

دھونا یا مسح

☆ کیوں چہرے اور ہاتھوں کو دھویا جاتا ہے اور سر و پاؤں کا مسح کیا جاتا ہے، سب کا دھونا یا مسح کرنا کیوں واجب نہیں کیا؟

اِن کی علت مندرجہ ذیل ہے:

ا ۔ بڑی عبادت رکوع کرنا اور سجود پر مبنی ہے، رکوع اور سجدے، چہرے اور ہاتھوں سے انجام دیئے جاتے ہیں، سر اور پاؤں اِس میں داخل نہیں، اِس بنا پر اُن کے دھونے کو لازم نہیں کیا گیا۔

ا۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع، ج ا، ص ۲۸۰، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۸۹؛

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع، ج ا، ص ۲۵۷، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۰۴.

۲ ۔ لوگوں کیلئے اس کا امکان کم ہے کہ ہمیشہ سر اور پاؤں کو دھوسکیں.سفر کے دوران یا سردی کے زمانے، بیماری کی حالت میں وغیرہ وغیرہ، رات، دن اُن کا دھونا مشکل ہو جائے گا.مگر چہرے اور ہاتھوں (کہنیوں تک) کا دھونا آسان تر ہے،فرائض وواجبات ضعیف اور کمزور لوگوں کی استعداد کے مطابق رکھے ہیں۔اور اِسی وجہ سے تمام لوگ، چاہے ضعیف ہوں یا قوی،مریض ہوں یا سالم اِس حکم پر عمل کریں۔

۳ ۔ سر اور پاؤں، چہرے اور ہاتھوں کی مانند ہمیشہ کھلے نہیں رہتے (۱)

غسل جنابت

☆غسل جنابت کی کیا وجہ ہے؟

اِس کی وجہ، کہ شریعت مقدس اسلام میں، غسل جنابت کو واجب کیا گیا ہے، یہ ہے کہ انسان اپنے بدن کو چکناہٹ اور آلودگی سے پاک کرے، تا کہ تمیز اور پاکیزہ رہے۔کیونکہ جنابت تمام بدن سے متعلق ہوتی ہے،تو اِسی وجہ سے واجب کیا گیا ہے کہ اپنے تمام بدن کو دھویا جائے (۲)

مخصوص ایام میں نماز وروزہ

☆ایسا کیوں ہے کہ جب خاتون حائض ہوتی ہے تو نماز وروزہ اُس سے ساقط ہو جاتا ہے؟

اِسلئے ہے کہ وہ اُس وقت حالتِ نجاست میں ہے اور اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ عبادت طہارت کے بغیر کی جائے،اور روزہ اُس کے لئے ہے کہ جو، ناپاک نہ ہو۔

۱۔ابن بابویہ قمی،محمد بن علی (شیخ صدوق) عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲،ص ۱۰۴؛ عطاردی،عزیز اللہ،مسند الامام الرضاؑ، ج ۲،ص ۱۵۳.

۲۔ابن بابویہ قمی،محمد بن علی (شیخ صدوق) عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲،ص ۱۰۴.

اس کے لئے نہیں جو نماز ادا نہیں کر سکتا(۱)

☆ جب خاتون حیض سے پاک ہو جاتی ہے تو وہ اپنے قضا روزے تو ادا کرتی ہے لیکن اپنی قضا نمازیں، ادا نہیں کرتی، ایسا کیوں ہے؟

اِس حکم کی مختلف وجوہات ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

الف) خاتون کا روزہ اُس کو شوہر کی خدمت سے اور وہ کام جو گھر سے متعلق ہیں، ان میں رکاوٹ نہیں ڈالتا۔ مگر نماز اُن کاموں میں حائل ہوتی ہے، کیونکہ نماز کو رات دن میں چند دفعہ انجام دینا پڑتا ہے، اِسلئے روزمرہ کاموں کو، انجام دینا مشکل ہوگا، روزہ اِس طرح کی مشکل ایجاد نہیں کرتا۔

ب) نماز میں مشقّت ہے اور انسانی وجود اُس کے ادا کے وقت مشغول ہوتا ہے، جبکہ روزہ میں پورا بدن کام نہیں کرتا، فقط روزہ دار کھانے پینے سے خودداری کرتا ہے۔

ج) نماز میں اوقات ہیں۔ جب انسان ایک نماز کو ادا کرتا ہے تو دوسری آجاتی ہے، مگر روزہ ایسے نہیں ہے، فقط اُس میں اوقات معلوم و معیّن ہوتے ہیں(۲)

مستحب غسل

☆ عید فطر و قربان اور جمعہ یا دوسرے مستحب غسل کی کیا وجہ ہے؟

عید، جمعہ اور دوسرے دنوں میں غسل کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم کی خاطر ہے تا کہ خداوند متعال کے سامنے، پاک اور تمیز بدن کے ساتھ حاضر ہوں اور عبادت کریں۔

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع، ج۱، ص۲۷۱؛ وہی، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۷.

۲۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع، ج۱، ص۲۷۱؛ وہی، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۷.

اوراپنے لئے طلب مغفرت کریں۔کیونکہ روزعید مسلمانوں کے لئے اجتماع کا دن ہے۔اِس دن ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔اورکثیر مجمع کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اِسی وجہ سے غسل کواِس دن کی عظمت کی خاطر مقرر کیا گیا ہےاور یہ ایام دوسرے دنوں پر فضیلت رکھتے ہیں.جمعہ کے دن کا غسل موجب بنتا ہے،انسان دوسرے جمعہ تک پاک وصاف رہے(۱)

غسل میّت

☆غسل میت کی کیا علت ہے؟

غسل میت کی وجہ یہ ہے کہ یہ میت،غلاظت وکثافت سے پاک وپاکیزہ ہوجائے،کیونکہ یہ مرنے کے بعد،فرشتوں اوراہل آخرت سے ملاقات کرے گا،اوراِس ملاقات کے لئے طہارت وپاکی ضروری ہے۔مستحب ہے کہ جب بھی انسان،خداونداور پاک افراد،کے حضور حاضر ہو یا اہل آخرت(رحلت کی بناپر)سے ملاقات کرے،توپاک وصاف ہوطہارت کے ساتھ پروردگار کے حضور حاضر ہواوراپنے لئے شفاعت طلب کرے۔

دوسری علت یہ ہے،مرتے وقت میّت سے نطفہ باہرآتا ہے،اِسی وجہ سے اُس پر غسل واجب ہوتا جاتا ہے(۲)

۱۔ ابن بابویہ قمی،محمد بن علی(شیخ صدوق) علل الشرائع،ج۱،ص۲۵۸،عیون اخبارالرضاؑ،ج۲،ص۸۸.

۲۔ ابن بابویہ قمی،محمد بن علی(شیخ صدوق)،علل الشرائع،ج۱،ص۳۰۰؛عطاردی،عزیز اللہ،مسندالامام الرضاؑ،ج۲،ص۴۱۴.

غسل مس میت

☆ جو شخص میت کو غسل دیتا ہے، خود اُس کے لئے کیوں غسل ضروری ہے؟

اس لئے کہ جب روح انسان کے بدن سے خارج ہو جاتی ہے، تو چکناہٹ، کثافت اور نجاست کے آثار اس میں باقی رہ جاتے ہیں، اِسی وجہ سے جو میّت کو ہاتھ لگاتا ہے یا اُسے غسل دیتا ہے، خود کو بھی پاک کرے (۱)

مسّ مُردار

☆ انسان کے علاوہ اگر کوئی اور جاندار مر جائے جیسے پرندگان، چرندگان و درندگان.....کو اگر مس کیا جائے، تو لازم نہیں ہے کہ غسل کیا جائے. کیوں؟

اس لئے کہ: یہ حیوان پشم، بال اور باریک و نرم بال رکھتے ہیں، اور بغیر شک و شبہ کے یہ اشیاء پاک ہیں، اور موت اُن پر نہیں طاری ہوتی، کیونکہ اُن میں حیات نہیں ہوتی. اور وہ چیزیں جو غالبا اِن حیوانات کیلئے مس ہوتی ہیں. وہی اُن کا لباس ہے جو موجب غسل نہیں ہوتا، اِسی وجہ سے بطور کلی شارع مقدس نے اُن کے مس کرنے پر غسل کو واجب نہیں کیا ہے۔ اگر چہ اِن اجزاء سے بھی مس ہو جائے جو اجزاء روح رکھتے ہیں (۲)

کفن و دفن میّت

☆ میت کو کفن دینا اور زمین میں دفن کرنا کیوں واجب ہے؟

اِس لئے کہ میّت (مرحوم)، اپنے پروردگار سے پاک و طاہر بدن کے ساتھ ملاقات کرے اور کفن اسلئے کہ میت کی شرم گاہ، دفن کرنے والوں پر آشکار نہ ہو.

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۶۸؛ وہی، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۱۴.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۶۸؛ وہی، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۱۴.

اس طرح کسی قسم کی بد بو اور مردے کے جسم کی کوئی خرابی کسی پر آشکار نہ ہو۔ کیونکہ بدن کو زیادہ دیکھنے سے بعض بیماریوں میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے اور قساوت قلب بھی پیدا ہوتی ہے اور میت کا نقص وعیب دیکھنے والے پر بُرا اَثر ہوتا ہے۔

اِس طرح میت کفن میں لپیٹ دیں تا کہ دیکھنے والوں کو ٹھیک لگے، ایسا نہ ہو کہ ننگا بدن، دیکھنے والوں پر منفی اَثر مرتب کرے اور یہ بھی موجب بن سکتا ہے کہ مرنے والے کو بالکل فراموش کو دیا جائے، اس سے محبت کم ہو جائے اور پھر ممکن ہے اس کی وصیت پر واجب یا مستحب، عمل بھی نہ کیا جائے (۱)

نماز میّت

☆مُردوں پر نماز پڑھنے کی وجہ کیا ہے؟

یہ اِس لئے ہے کہ اُس میت پر نماز پڑھنے والے، خداوند کے حضور شفیع بنیں، اور اللہ تعالیٰ سے اُس کیلئے مغفرت طلب کرنے والے بن سکیں، کیونکہ مرنے والا اِس لحظے سے زیادہ شفاعت کا کبھی محتاج نہیں ہوتا، اِس لئے اُس کے لئے شفاعت کی جائے اور اُس کے لئے طلب مغفرت کی جائے (۲)

☆نماز میت بغیر وضو کے کیوں جائز ہے؟

کیونکہ اِس نماز میں رکوع وسجود نہیں ہوتا بلکہ دُعا ہے اور درخواست رحمت ہے، لہذا بغیر وضو بھی اللہ تعالیٰ سے درخواست حاجت کر سکتے ہیں، چاہے حالت طہارت ہو یا نہ ہو۔ وضو نماز کیلئے واجب، ضروری ہے جس میں رکوع اور سجدے ہیں (۳)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۱۴؛ علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۶۸

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۱۳، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۶۷ .

۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۱۵، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۶۸.

☆ نماز میت میں رکوع وسجدے کیوں نہیں ہیں؟

اِس لئے ہے کہ اُس نماز میں میت کے لئے طلب شفاعت ہے۔اس نے اپنی ہر چیز کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا ہے،اس کے لئے فائدہ بخش نہیں ہے، جو بھی عمل خیر کچھ اُس کے لئے بھیجا جائے وہ اُس کا محتاج ہے (۱)

☆ نماز میت میں پانچ تکبیریں کیوں ہیں؟

روایت ہے کہ اِن تکبیروں کو دن رات کی پانچ نمازوں سے لیا گیا ہے.البتہ یہ صرف ظاہری حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔لیکن اس کی ایک اور وجہ بھی یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ (رات اور دن میں) نے اپنے بندوں کے لئے پانچ فریضے واجب کئے ہیں:

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ولایت.اور میت کے لئے اِسی وجہ سے ایک ایک تکبیر واجب کی گئی ہے،یعنی جو بھی ولایت کو قبول کرتا ہے وہ پانچ تکبیریں کہےاور جو قبول نہیں کرتا چار تکبیریں کہے۔ اِسی وجہ سے شیعہ پانچ تکبیریں کہتے ہیں اور مخالف چار تکبیریں کہتے ہیں۔

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲،ص ۱۱۴،علل الشرائع، ج ۱،ص ۲۶۸.

۲۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲،ص ۸۲ و ۱۱۴،علل الشرائع، ج ۱،ص ۲۶۷.عطاردی، عزیز اللہ ،مسند الامام الرضاؑ، ج ۲،ص ۴۱۸.

نماز

علت نماز

☆لوگوں پر نماز کیوں واجب کی گئی ہے؟

نماز اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار ہے، نماز یعنی دوسرے جتنے بھی معبود ہیں، اُن سے دُوری کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچنا، بندہ نماز گزار، خاکساری و عاجزی اور اعتراف بندگی کرتے ہوئے اپنے گذشتہ گناہوں سے عفوودرگذر کا تقاضا کرتا ہے، پروردگار کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، پیشانی خاک پر رکھتا ہے، تاکہ پروردگار کی یاد میں رہے اور اُسے فراموش نہ کرے، اور اِس وسیلے سے اپنے پروردگار کے روبرو خشوع وخضوع کا اظہار کرے، اور بندگی وعبودیت کے وسیلے سے، خداوند سے طلب دین ودُنیا کرے، اور اُس کی بارگاہ مقدس سے، اُن کے زیادہ کرنے کا تقاضا کرے، اور عاجزانہ طریقے سے فساد اور گناہ سے دُوری کی، درخواست کرے (۱)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۵۶۔۲۵۷، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۳۔۱۰۴۔

☆ نماز کو کیوں اساساً دو رکعت قرار دیا ہے، پھر کسی نماز میں ایک رکعت اور بعض میں دو رکعت کا اضافہ کیا اور بعض کو کسی چیز سے اضافہ نہیں کیا؟

اصل نماز ایک رکعت ہے کیونکہ جب اصل ایک ہے تو اس دلیل کی بنا پر جو بھی نماز ایک رکعت سے کم ہو، اسے نماز نہیں کہا جاتا، کیونکہ خداوند عز وجل جانتا ہے کہ ایک رکعت سے کمتر اصلا نماز نہیں ہے، اور بندے کامل اور درست، ادا نہیں کرسکیں گے بلکہ ناقص ادا کریں گے، اِسلئے ایک رکعت اور رکھ دی گئی تا کہ رکعت دوم پہلی رکعت کو کامل کر سکے، اس ترتیب کے ساتھ اصل نماز دو رکعت قرار دے دی گئی۔

اِسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ بندے اِس دو رکعت نماز کو بھی جیسے کہ نماز کے بارے میں فرمان دیا گیا ہے، پوری توجہ سے انجام نہیں دیں گے اِسی خاطر نماز ظہر وعصر اور عشاء میں دو رکعت کا اضافہ کیا گیا ہے تا کہ پہلی دو رکعت کے نقائص کو آخری دو رکعت پورا کر سکے۔ اِسی طرح آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ نماز مغرب کو ادا کرنے سے، اکثر لوگ لاپرواہی کریں گے، اور دوسرے کاموں میں مشغول رہیں گے جیسے کھانا پینا، وضو اور استراحت کرنے کی خاطر، مقدمات آمادہ کرنا تا کہ رات میں آرام کرسکیں، اِس وجہ سے ایک رکعت سے زیادہ اضافہ نہیں کیا تا کہ اِس طرح سے نماز مغرب آسان رہے۔

ایک اور وجہ نماز میں ایک رکعت زیادہ کرنے کی یہ ہے کہ اِس وسیلے سے رکعات نماز، دن اور رات میں عدد فرد تک پہنچے، لیکن نماز صبح کو اُسی حالت میں چھوڑ دیا گیا، اِس میں کوئی اضافہ نہیں کیا کیونکہ اس نماز کے وقت میں مشغولیت ومصروفیت زیادہ ہے، کیونکہ انسان اِس وقت دوسرے اوقات سے زیادہ اپنی حاجتوں کے پیچھے ہوتا ہے۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آدمی کا دل ودماغ صبح کی نماز میں، دوسری نمازوں کی نسبت فکرِ دُنیا سے

خالی ہوتے ہیں کیونکہ رات میں لوگوں کے معاملات، کاروبار کم ہوتے ہیں اسی وجہ سے صبح کی نماز میں توجہ دینا دوسرے اوقات سے زیادہ ہوتا ہے(۱)

اوقات نماز

☆ کیوں خاص اوقات میں نماز واجب ہوئی ہے؟

یہ اوقات تمام روئے زمین پر رہنے والوں کیلئے معلوم وواضح ہیں، عالم یا جاہل، اِن اوقات کو جانتا اور پہچانتا ہے.

غروب خورشید مشہور ومعروف ہے تو اِس وقت میں ضروری ہے کہ نماز مغرب ادا کی جائے، شفق کا محو ہونا مشہور ومعلوم ہے، تو اِس وقت نماز عشاء کو ادا کیا جائے، طلوع فجر بھی معلوم ومشہور ہے تو اِس وقت لازمی وضروری ہے، نماز صبح کو ادا کی جائے، زوال آفتاب اور سایے کا مشرق کی جانب جانا یہ بھی معلوم ومشہور ہے تو اِس وقت واجب ہے کہ نماز ظہر کو پڑھا جائے اور عصر کے لئے وقت معروف ومشہور ہے مگر نماز عصر کا وقت دوسری نمازوں کی طرح معین نہیں، اِسلئے اِس کا وقت نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد مقرر کیا گیا ہے، اور اُس وقت تک جب تک سایہ شاخص، چار برابر خود شاخص کے ہو جائے۔

ایک اور سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ لوگ ہر عمل کی ابتداء میں اطاعت، اور اُس کی عبادت کو انجام دیں، اِس وجہ سے دن شروع ہوتے وقت

۱۔ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۱؛ وہی، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۷ .

یعنی اول صبح، حکم دیا گیا ہے کہ پہلے نماز پڑھو اور اُس کی عبادت کرو، اُسکے بعد معاش اور دُنیاوی کاموں کے لئے گھر سے باہر نکلو. اِس وجہ سے صبح کی نماز کو اُن پر واجب کیا گیا ہے، جب دوپہر کا وقت ہوتا ہے تو لوگ اپنے کاروبار وغیرہ سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں اور آرام واستراحت کے لئے تیّار ہو جاتے ہیں، کھانا کھانے کے بعد قیلولہ کرتے ہیں، تو اُن کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے پروردگار کو یاد کریں، دوسرے اُمور میں مشغول ہونے سے پہلے اُسکی عبادت کریں. اِسی وجہ سے نماز ظہر کو اُن پر واجب کیا گیا ہے تاکہ نماز پڑھنے کے بعد اپنی ضروریات کو پورا کریں. ظہر کے بعد اپنے روزمرہ کی مشغولیت کے انجام دینے کے بعد، جب چاہتے ہو کہ دن کے حصّہ میں متفرق ہو جائیں، تو فرمان دیا گیا ہے: پہلے نماز عصر کہ جو اللہ تعالیٰ نے واجب کی ہے ادا کرلو، اور پھر باقی اُمور سے فارغ ہولو۔ جب رات آجاتی ہے تو لوگ اپنے گھروں کی جانب لوٹتے ہیں، ہاتھ منہ دھوکر تازگی محسوس کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ اب اپنے پروردگار کی عبادت کریں۔ اِس سبب اللہ تعالیٰ نے اُن پر نماز مغرب کو واجب کیا ہے۔ اور جب سونے کا وقت آتا ہے، اور تمام کاموں سے فارغ ہو چکے ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ سونے سے پہلے اُس کی عبادت واطاعت کی جائے، اِسی بنا پر نماز عشاء کو اُن پر واجب کیا گیا ہے۔

ہاں! جب لوگ ہر عمل سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے، نماز پڑھیں گے اور اسکے بعد دُنیاوی حاجتوں اور دیگر کاموں کے لئے جائیں گے تو ہرگز خداوند متعال کو نہ بھولیں اور اُس کے ذکر سے غافل نہ ہوں، تو اس بنا پر اُن کے دل سخت نہ ہوں گے اور اُن کی خداوند متعال سے رغبت کم نہ ہوگی (۱)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۳۔۲۶۴، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۹۔۱۱۰ .

نوافل (مستحبی نمازیں)

☆ مستحبی نمازیں مختلف اوقات میں ہیں، ایک وقت میں کیوں نہیں ؟

بہترین اوقات تین ہیں زوال خورشید، مغرب اور صبح کے ہنگام، اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اُس کے تقرب کے لئے، بندوں کے لئے یہ اوقات بہت بہتر ہیں، مستحب نمازوں کے انجام دینے میں سب کے لئے آسانی ہے کہ وقت معین ایک نہ ہو(۱)

☆ نمازِ نافلہ چونتیس رکعت کیوں ہیں؟

واجب نمازیں سترہ رکعت ہیں اور نافلہ کو اُنکے دوبرابر قرار دیا گیا ہے، اگر فرائض میں سے کسی پر نقص واقع ہو گیا ہو، تو یہ نوافل اُن کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ہیں (۲)

☆ نافلہ عشاء کیوں ساقط نہیں ہے؟

یہ دو رکعت، پچاس رکعت واجب اور نافلہ میں نہیں ہے، بلکہ پچاس رکعت فریضہ اور نافلہ میں سے اضافہ شدہ ہے، تا کہ ہر رکعت فریضہ کے مقابلے میں دو رکعت نافلہ قرار پائے (۳)

۱۔ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۴؛ وہی، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۱ .

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۴، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۱ .

۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۵۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۶، من لا یحضرہ الفقیہ، ج۲، ص۴۵۵.

اذان

☆ لوگوں کواذان کاحکم دینے کی وجہ کیا ہے؟

اِس کی بہت سی وجوہات ہیں: مثلاً لوگ نماز کو یاد رکھیں، جو غافل ہیں وہ توجہ کریں، وقت نماز کو پہچانیں۔

مؤذن کیلیئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلیئے اذان دے، اور اسکے دل و دماغ میں یہ ہو کہ وہ لوگوں کونماز کی جانب ترغیب دے رہا ہے ۔ یہ بھی اُس کے ذہن میں رہے کہ وہ اسلام کا اعلان واظہار ایمان کرر ہا ہے، اور جو مصروفیات میں نماز کو بھول گئے ہیں، اُنکو یاد دلانے کی خاطر یہ کام کرر ہا ہے، مؤذن کو اِسلیئے مؤذن کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کونماز کی طرف دعوت دے رہا ہے(۱)

☆ اذان کیوں تکبیر سے شروع ہوتی ہے اور ' لا اله ا لا اللّٰہ ' پرختم ہوتی ہے؟

اذان اِس لئے اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اور 'لا اله الا الله ' پرختم ہوتی ہے کہ: اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اذان اُس کے نام سے آغاز ہو اور اُسی کے نام پرختم ہو۔ اِسی دلیل پر اذان میں اسم جلالہ 'اللہ' کو اوّل اور آخر میں لایا گیا ہے(۲)

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۵۸، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۵ .

۲۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۵۸، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۵ .

☆ کیوں اذان چار مرتبہ تکبیر سے شروع ہوتی ہے؟

اذان کے اول میں جس کلمہ سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور جو لوگ موجود نہیں یا اذان سے غافل ہوتے ہیں، تو اِسی دلیل پر، پہلی اور دوسری دو تکبیریں سب کو آگاہ کرنے کے مقصد سے تاکہ سننے والے، بعد کے اذان کے جملوں پر آمادہ ہو جائیں (۱)

☆ تکبیروں کے بعد شہادتین کیوں کہی جاتی ہے؟

کیونکہ ایمان کی تکمیل دو چیزوں پر ہے:

الف) اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت کا اقرار کرنا۔

ب) خاتم الانبیاؑء کی نبوت کا اقرار کرنا، کیونکہ اطاعت خدا، اور رسولؐ، اور ان دونوں کی معرفت ساتھ ساتھ رہے، اِسی وجہ سے یہ دو شہادتیں تکبیر کے بعد دی جاتی ہیں۔

ایک سبب یہ ہے کہ اصل ایمان، شہادت ہے. پس دو شہادتیں مقرر کی گئی ہیں، ایسے جیسے کہ تمام معاملات میں دو شہادتیں رکھی گئی ہیں اور جس وقت مؤذن اللہ تعالیٰ کی توحید اور اُس کے رسولؐ کی شہادت کا اقرار کرتا ہے، ایسا ہے جیسے اُس نے تمام ایمان کا اقرار کیا ہے اور ایمان کی بنیاد اللہ اور رسولؐ کے اقرار سے ہے (۲)

☆ اذان کے جملوں کو دو، دو بار کیوں تکرار کرتے ہیں؟

سننے والوں کے لئے تکرار علامت ہے تاکید کی تاکہ اگر پہلی بار نہیں سنا تو دوسری مرتبہ ضرور سن لیں اور دوسرے یہ کہ نماز دو رکعت، تو اذان کے کلمات کو بھی دو مرتبہ قرار دیا گیا ہے (۳)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۵۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۵۔۱۰۶

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۵۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۶، من لا یحضرہ الفقیه، ج۲، ص۲۹۹۔۳۰۰ .

۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۵۸۔۲۵۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۵.

☆ شہادتین کے بعد، کیوں دعوت نماز دی جاتی ہے ؟

بنیادی طور پر اذان، نماز کی تشریع میں قرار دی گئی ہے ، کیونکہ اذان دینے سے مراد، نماز کی طرف بندوں کو دعوت دینا ہے اِسی دلیل پر نماز کی دعوت کو اذان کے وسط میں رکھا گیا ہے۔ یعنی اس دعوت سے پہلے اذان کے چار فصل اور اس کے بعد چار فصل قرار دی ہیں۔ پہلی چار فصلیں عبارت ہیں: دو تکبیریں، دو شہادتیں اور بعد کی چار فصلیں عبارت ہیں: فلاح کی دعوت کرے تا کہ اِس ترتیب سے لوگ اعمال نیک کریں اور نماز پڑھیں تا کہ نماز کیلئے تحریک و تحریص ہو سکے، اس کے بعد بہترین عمل کی دعوت دی گئی تا کہ لوگ نماز پڑھنے کی طرف راغب ہوں، اس کے بعد مؤذن تکبیر و تہلیل کی صدا بلند کرتا ہے ، اس ترتیب سے لوگوں کو نماز کی دعوت کے بعد پھر چار فصلیں واقع ہوتی ہیں: جیسے کہ پہلی چار فصلیں واقع ہوئی ہیں، اور مؤذن اپنے ذکر کو اللہ کی حمد سے ختم کرتا ہے، جیسے کہ دو جملوں سے شروع کیا تھا (۲)

☆ کیوں اذان کے آخری حصے میں 'لا الہ الا اللہ' کو مقرر کیا گیا؟

کیوں تہلیل میں اللہ تعالیٰ کا نام آخر میں آیا ہے ، یہ اِس سبب سے ہے کہ حق تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اذان اُس کے نام سے ختم ہو، جیسا کہ اذان کے آغاز میں گواہی دی تھی (۳)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۵۸۔۲۵۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۵۔

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۵۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۶؛ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج۱، ص۱۵۹۔۱۶۰۔

۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۵۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۶۔

☆اذان کے آخری حصے میں **'لا اله الا الله '** کی بجائے **'سبحان الله'** یا **'الحمد لله'** کیوں نہیں آیا جبکہ اِن جملوں کے آخری حصے میں بھی اسم جلالہ 'اللہ' ہے؟

'لا اله الا الله ' کا اقرار اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور معبودیت کا اقرار ہے اور معبود حقیقی سے تمام شریکوں کی نفی کا اقرار و اظہار ہے، اور یہ اقرار کرنا ایمان کی بنیاد ہے، اور یہ تسبیح و حمد سے بالاتر ہے اور اِن دو، اذکار سے بلند تر ہے(۱)

تکبیرۃ الاحرام

☆تکبیر کے لئے دو ہاتھ کیوں بلند کئے جاتے ہیں؟

ہاتھوں کا بلند کرنا ایک طرح کا تضرّع وزاری کا اظہار ہے۔ اس عمل کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے کہ جب بندے اُس کو یاد کریں تو حالت تضرّع وزاری کے ساتھ ہوں۔

اسی طرح دو ہاتھ بلند کرتے وقت، نیت میں اپنے آپ کو حاضر رکھنا ہے اور وہ شخص کہتا ہے اور قصد کرتا ہے، کہ دل میں رغبت آچکی ہے۔

اِس طرح یہ مقدار واجب، یادِ خداوند میں رہنا ہے، اور اس طرح نماز عملاً شروع ہے، اور ہر سنت و مستحب انجام دینے کی خاطر ، ہاتھوں کو اُوپر لے جانا اِس نماز کے انجام دینے میں ایک علامت و مدد محسوب ہوگی۔ تو اِس وجہ سے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ اِس سنت کو، واجب نماز کی ادا

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۵۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۶.

کی طرح ادا کیا جائے (۱)

قرائت

☆ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کا کیوں حکم دیا گیا؟

اِس لئے کہ قرآن کوتنہا چھوڑ کر اس کی قرائت کی اہمیت کو کم نہ کر دیا جائے، بلکہ قرآنی زبان دلوں اور سینوں میں محفوظ رہے کہ ناشناختہ نہ رہ جائے (۲)

☆ ہر رکعت میں قرائت صرف سورہ حمد سے شروع ہوتی ہے دوسری سورتوں سے کیوں نہیں؟

اسلئے کہ کوئی بھی سورہ قرآنی، سورہ حمد کی طرح خیر و حکمت پر مشتمل نہیں۔ اور اُس کی شرح اِس طرح ہے " **الحمد لله** " اِس عبارت کے ساتھ کہ شکر کو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر واجب کر رکھا ہے، تو بندہ اِس شکر کے ساتھ، اعمال خیر انجام دینے کی توفیق خیر حاصل کرتا ہے۔

"**رب العالمین**" اِس وسیلے سے اللہ کی بڑائی کا اقرا اور اُس کی حمد کرنا ہے، اور اس کلمہ سے بندہ یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ فقط وہی خالق و مالک ہے، کوئی اور نہیں۔

"**الرّحمٰن الرّحیم**" اِس کلمہ سے بندہ، خالق و مالک کی محبت و رحمت کو اپنے لئے طلب کرتا ہے اِسی طرح بندہ اپنے پروردگار اور اُس کی نعمتوں کو تمام مخلوقات کے لئے یاد کرتا ہے۔

"**مالک یوم الدین**" اس جملہ سے اقرار کرتا ہے کہ وہ سب کو اکٹھا کرے گا، مُردوں کو زندہ

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۴، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۱.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۰، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۷.

کرے گا، اور بندوں کا حساب وکتاب لے گا اور اِس کلام سے بندہ، یوم حشر ونشر میں حق تعالیٰ کے مکمل اختیار واقتدار کا اثبات کرتا ہے۔ ایسے جیسے کہ مُلک، دُنیا میں اُس کے لئے ثابت ہے۔

" **ایّاک نعبد** " اِس کلمہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے رغبت وتقرّب کو، بیان کرتا ہے اور عمل کرنے میں خلوص کا اظہار کرتا ہے (یعنی عمل صرف اُس کے لئے ہے نہ کہ غیر کیلئے)

" **ایّاک نستعین** " بندہ اِس کلمہ سے اللہ تعالیٰ سے التماس کرتا ہے کہ توفیق اور عبادت کو زیادہ کرے، نعمتوں میں اضافہ اور مدد کرنے میں، بندے کی نسبت جاری وساری رکھے۔

"**اِھدِ نا الصّراط المستقیم**"، بندہ اِس جملے سے اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ اُس کی ہدایت ورغبت، صراط مستقیم کی جانب مسلسل ومربوط ومضبوط رہے، اور اللہ تعالیٰ سے چاہتا ہے کہ اُس کیلئے، اللہ کی عظمت اور کبریائی کی معرفت زیادہ کرے۔

" **صراط الذین انعمت علیھم** " جملہ سے بندے کی التجا یہ ہوتی ہے کہ وہ اُسے ہدایت پر قائم رکھے اور بندے کی رغبت کو اس ہدایت کی طرف زیادہ کرے۔ اور اِس جملے سے یہ بھی، کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو اُس کے اولیاء پر ہیں ، اُس کی طرف میل ورغبت عطا کر، جو اُس نے نعمتوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔

" **غیر المغضوب علیھم** "، بندہ اِس عبارت کے ذکر کرنے سے، اللہ تعالیٰ کی پناہ کا طلب کار اور اُس سے چاہتا ہے کہ اُسے راہ گم کر دینے والوں کے، زمرے سے دُور رکھے اور اُن سے جو کہ اللہ تعالیٰ کی نہی وامر کو بے وقعت جانتا ہو۔

" **ولا الضّالّین** " اس تعبیر سے بندہ، اللہ تعالیٰ سے استدعا کرتا ہے کہ اُس کو محفوظ رکھ، اُس گروہ سے جو کہ حق تعالیٰ کے مستقیم راستے سے گمراہ ہو گئے ہوں اور جو بغیر معرفت وپہچان کے، یہ سمجھتے ہوں کہ جو اعمال انجام دیئے ہیں وہ پسندیدہ اور شائستہ ہیں، اُن میں قرار نہ دے (۱)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۶۰، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۰۷۔

رکوع وسجود

☆ ایک رکعت میں ایک رکوع ہے اور دو سجدے کیوں ہیں؟

رکوع قیام کے ساتھ ہے اور سجدے کو بیٹھنے کے حساب پر، بیٹھنے کی حالت میں نماز، کھڑے ہونے کے مقابلے میں آدھی شمار ہوتی ہے۔ اِس دلیل پر ہر رکعت میں دو سجدے ہیں تا کہ رکوع کے مساوی ہو جائے اور اِن کے درمیان فرق نہ رہے، کیونکہ نماز مشتمل ہے رکوع اور سجدہ سے، تو اِس وجہ سے ہر رکوع کے برابر دو سجدے ہوتے ہیں (۱)

☆ رکوع اور سجدہ میں ذکر تسبیح کیوں آیا ہے؟

کیونکہ بندہ خضوع وخشوع، عبودیت، پارسائی، تذلل، عاجزی وتقرب کی جو نسبت اپنے پروردگار کی طرف رکھتا ہے اُس نسبت سے اس کی کبریائی وعظمت بیان کرنے کے، وہ تہلیل وتکبیر کے کلمات زبان پر لاتا ہے، تسبیح وحمد کو بھی بجالاتا ہے، اور دوسرا سبب یہ ہے کہ بندے کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ اسکا قلب وذہن اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جائے کسی اور جانب توجہ نہ جائے (۲)

۱۔ ابن بانویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۶۲، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۰۸۔

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۶۱، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۰۸۔

قنوت

☆ رکعت اول میں تو نہیں ہے مگر رکعت دوم میں حمد و سورہ کی قرائت کے بعد، رکوع سے پہلے کیوں قنوت رکھا گیا ہے؟

حق تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اُسکی عبادت کے لئے قیام کرنے کا عمل حمد و تقدیس اور خوف و رغبت کے ساتھ آغاز ہو اور اِسی طریقے سے نماز کو تمام کیا جائے۔ دوسری جانب دوسری رکعت پر نماز یا تو تمام ہو جاتی ہے یا اس کا جزء مکمل ہو رہا ہوتا ہے۔ لہذا دوسری رکعت میں قنوت ہے، جو حمد و تقدیس اور خوف و رغبت پر مشتمل ہے۔

نماز جماعت میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ماموم ، دوسری رکعت میں قرائت کرنے کے بعد جماعت میں شامل ہوتا ہے، اِسی سبب سے رکوع سے پہلے جب امام قنوت پڑھ رہا ہوتا ہے. قنوت کی وجہ سے قیام طولانی ہو جاتا ہے اور نمازی چاہے تو رکوع میں امام کی اقتدا کر کے دوسری رکعت سے جماعت میں شرکت کر لیتا ہے اور اِس ترتیب سے صرف ایک رکعت کو بعد میں ادا کرتا ہے(۱)

تشہّد

☆ دوسری رکعت کے بعد تشہّد کیوں پڑھا جاتا ہے؟

جیسے کہ رکوع اور سجدے سے پہلے، اذان و دعا اور قرائت کی جاتی ہے، اِسی طرح دو رکعت کے بعد، تشہّد و حمد و دُعا کو مقرر کیا گیا ہے (۲)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱ص۲۶۰، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲ص۱۰۶.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱ص۲۶۴، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲ص۱۰۸۔۱۰۹.

نمازمسافر

☆ سفر میں نماز، قصر کیوں ہوجاتی ہے؟

نماز واجب، دراصل دس رکعت نماز ہے۔ سات رکعتیں اِن واجبات میں بعد میں اضافہ کی گئی ہیں۔ اِسکے بعد حق تعالیٰ نے اُس سختی کو کہ جو مسافر سفر میں برداشت کرتا ہے، اور اُمورِ زندگی کی خاطر، اپنی رحمت و مہربانی کی وجہ سے جو رکعتیں اضافہ کی گئی تھیں، اُن کو ساقط کردیتا ہے، نماز مغرب کے علاوہ، کیونکہ یہ نماز دراصل قصر ہی ہے(۱)

☆ مسافر اور مریض کے لئے کیوں جائز ہے کہ نماز شب (تہجد) کو اول شب ہی انجام دے دیں؟

کیونکہ مسافروں کو بہت سے ضروری کام ہوتے ہیں، بیمار بھی بیماری کی وجہ سے ضعیف و ناتواں ہوتا ہے، جس کی وجہ سے رات کو آرام کرنا ضروری ہے۔ اِسی بنا پر اُن کے لئے نوافل شب، اول شب میں پڑھنا درست ہیں تا کہ مریض آرام کر سکے اور مسافر اپنے کاموں کو بآسانی انجام دے سکے (۲)

نماز جماعت

☆ نماز جماعت کی شرع میں اتنی اہمیت کیوں ہے؟

تا کہ اخلاص، توحید، اسلام اور عبادتِ پروردگار آشکار ہو، ظاہر اور مشہور ہو۔ عبادت کا یوں اظہار و آشکار کرنا اسلئے ہے تا کہ حجتِ خدا، اہل شرق و غرب پر واضح ہوجائے، اور اس لئے بھی، یہ نماز جماعت ہے کہ منافق یعنی جو نماز کو اہمیت نہیں دیتا ، اِس کو بے وقعت سمجھتا ہے، تو مجبور ہو

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۶، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۱.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۷، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۳.

جائے کہ جس چیز کا ظاہری اقرار کیا ہے، اسی کیلئے نمائشی طور پر نماز کوادا کرنے لگ جائے، علاوہ ازیں نماز جماعت سے یہ بھی ممکن ہوجائے کہ بعض مسلمان ، بعض مسلمانوں کے حق کی گواہی دیں سکیں۔

اور اِسی طرح دوسرے فائدے نماز جماعت میں موجود ہیں۔جیسے غریب وفقیر افراد کی دادرسی اور مدد، نیک کام کرنے اور گناہوں سے بچاؤ ، نماز جماعت ان اُمور کی انجام دہی کا سبب بنتی ہے(۱)

نماز جمعہ

☆ جمعہ کے دن امام کے ساتھ کیوں دو رکعت ظہر (نماز جمعہ) ادا کی جاتی ہے، اگر امام نہ ہوں تو اِس میں دو رکعت کا اضافہ ہوجاتا ہے؟

اِس کی وجوہ، درج ذیل ہیں:

الف) : نماز جمعہ کیلئے نمازی دُور دُور سے آتے ہیں، اور ایسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے نماز میں تخفیف کردی کہ اِس طریقے سے اُن کی زحمت کم ہوسکے۔

ب) : امام، نمازیوں کے لئے جمعہ کے دو خطبے بیان کرتا ہے، اور نمازی ان خطبوں کے بعد نماز کے انتظار میں رہتے ہیں، اور جو بھی نماز کے انتظار میں رہتا ہو وہ ایسے ہے جیسے حالتِ نماز میں ہو (درحقیقت اُس کی نماز کامل ہے)

ج) : انفرادی نماز سے کامل تر نماز، نمازِ جماعت ہے کیونکہ امام علم وفضل وعدل کا حامل ہوتا ہے.

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۲، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۰۹ .

د) : روز جمعہ، روزِ عید ہے، اور نماز عید دو رکعت ہوتی ہے، یہ تصوّر نہ ہو کہ نماز جمعہ، قصر ہے بلکہ نماز جمعہ، تمام و کامل نماز ہے، کیونکہ جمعہ کے دو خطبے، مثل دو رکعت نماز ہیں، پس مجموعی طور پر نماز و خطبے، چار رکعت ہو جاتے ہیں(۱)

☆ نماز جمعہ میں خطبہ کیوں قرار دیا گیا ہے؟

نماز جمعہ، سال بھر، ہر مہینے میں چند مرتبہ منعقد ہوتی ہے کہ جس میں اجتماع عمومی ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ امام جمعہ، لوگوں کو موعظہ و نصیحت کرے اور اُن کو نیک اعمال کے بجالانے کی ترغیب دے۔ گناہوں سے دُور رہنے کی نصیحت کرے، مصلحت دین و دُنیا بیان کرے، اور اُن کو آفات و احوال سے، جو مایہ ضرر و منفعت ہیں آگاہ کرے۔ کیونکہ بہت سے امام جماعت، جو نمازِ جمعہ کی امامت نہیں کر سکتے، وہ اِس طریقے یہ کام انجام نہیں دے سکتے۔ صرف امام جمعہ کی یہ منزلت ہے کہ اِن اُمور کو عملی بنانے کی نمازیوں کو ترغیب دلائے (۲)

☆ نماز جمعہ میں دو خطبے کیوں رکھے گئے ہیں.؟

یہ دو خطبے قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ ایک میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش بیان کی جائے. دوسرے خطبہ میں لوگوں کی ضروریات، ان کے مسائل اور دیگر اُمور، گناہوں سے محفوظ رہنے، دُعا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے پہچان کی خاطر یعنی وہ اُمور جو کہ بندوں کے صلاح اور فساد پر مشتمل ہیں بیان کئے جائیں (۳)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۴۶۔۲۶۵، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۱۱.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۴۶۔۲۶۵، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۱۱.

۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۴۶۔۲۶۵، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۱۱.

☆ کیوں نماز جمعہ خطبوں کے بعد پڑھی جاتی ہے اور نماز عید، خطبوں سے پہلے ادا کی جاتی ہے؟

کیونکہ نماز جمعہ ایک ایسا امر ہے جو کہ ہمیشہ اور دائمی ہے، فطرتاً ہر امر جس میں زیادہ تکرار ہوتی ہے، لوگ اُس سے تھک جاتے ہیں اور پھر کوشش کرتے ہیں کہ اِس کو ترک کر دیا جائے. اسی سبب سے نماز جمعہ کو خطبوں کے بعد ادا کیا جاتا ہے تا کہ لوگوں کو روکا جا سکے تا کہ نماز میں شرکت کر سکیں ،مگر نماز عید سال میں دو بار آتی ہے اور نماز جمعہ سے زیادہ اہمیت اور فضیلت کی حامل ہے. اِس میں شرکت کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں اور متوجہ ہوتے ہیں ۔فرض کریں نماز عید کے بعد اگر بہت کچھ لوگ متفرق ہو جائے پھر بھی کافی تعداد میں باقی رہتے ہیں اور بعض لوگوں کے چلے جانے سے نماز کے وقار اور اہمیت میں کمی نہیں ہوتی (۱)

☆ کیوں روز جمعہ نوافل میں، چار رکعت کا اضافہ کیا جاتا ہے؟

یہ اضافہ روز جمعہ کی عظمت اور اِس کی بزرگی کی خاطر ہے تا کہ دوسرے دنوں سے اِس کا فرق ظاہر ہو (۲)

نماز آیات

☆ گرہن کی وجہ سے، نماز پڑھنا کیوں واجب ہے؟

کسوف، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک ہے اور ہمیں علم نہیں کہ یہ نشانی رحمت ہے

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱ص ۲۶۵، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲ص ۱۱۲.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱ص ۲۶۵، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲ص ۱۱۲.

یا خدائے عزوجل کا عذاب ظاہر ہورہا ہے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا کہ اُن کی اُمت گرہن ۔۔۔ کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور تضرّع کرے تا کہ وہ اِس گرہن وغیرہ کے مضر اثرات کو وہ دُور کردے اور اِس طرح ایک غیر معمولی صورت حال سے محفوظ رہ سکیں، جیسے کہ قوم یونس نے (جب آثار عذاب کا مشاہدہ کیا تھا) خداوند کے ذکر میں پناہ حاصل کی تھی اور گریہ وزاری کی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے عذاب کو دُور کردیا تھا(۱)

☆ نماز آیات میں دس رکوع کیوں رکھے گئے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی جانب سے، ابتدا ہی سے نماز یومیہ دس رکعت مقرر کی گئی، یہ دس رکعت اس نماز میں جمع ہوگئی اور یہ کہ سجدہ اس میں واجب ہے، اِس لئے کہ کوئی نماز نہیں ہے کہ اِس میں رکوع ہو مگر یہ کہ اِس میں سجدہ نہ ہو ، اور دوسری دلیل یہ کہ سجدہ اس نماز میں موجب بنتا ہے کہ لوگ اِس وسیلے سے اپنی نمازوں کو خضوع وخشوع سے ختم کریں(۲)

☆ کیوں نماز آیات میں دس رکوع کی جگہ، دس سجدے مقرر نہیں کئے گئے؟

یہ اس لئے کہ یہ نماز بیٹھنے سے کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے اور دوسرا یہ کہ کھڑے ہوکر شخص گرہن اور عدم گرہن کو دیکھ سکتا ہے لیکن بیٹھنے والا شخص نہیں دیکھ سکتا (۳)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۵. وہی، من لا یحضره الفقیه، ج۲، ص۵۴۱.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۵. وہی، من لا یحضره الفقیه، ج۲، ص۵۴۱۔۵۴۲.

۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۵. وہی، من لا یحضره الفقیه، ج۲، ص۵۴۱۔۵۴۲.

☆ نمازآیات کے ارکان، دوسری نمازوں سے کیوں فرق رکھتے ہیں؟

نمازآیات اِس وجہ سے ہے کہ کائنات میں تغیّرات واختلاف پیدا ہوتے ہیں، جیسے خسوف یا کسوف (سرخ وزرد آندھی وغیرہ) جن کی بنا پر دُنیا کی مخلوق پر مختلف طرح کے اثرات مرتب ہوتے ہیں جیسے کہ علت کے اثرات معلول پر پڑتے ہیں(۱)

عیدفطر

☆ کیوں روزفطر کو، عید قرار دیا گیا ہے؟

دووجہ سے روزفطر، عید میں تبدیل ہو جاتا ہے:

الف): اِس دن مسلمان جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے اپنی مخلوق پر احسانات کو یاد کر کے، اُس کی حمد و ستائش کرتے ہیں، اُس کی عبادت کرتے ہیں پس اِس وجہ سے یہ دن روزعید، روزاجتماع، روز افطار، روززکوٰۃ، روزرغبت اور روزتضرّع میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

ب): روزفطر، سال میں پہلا دن ہے کہ اِس دن میں، ماہ رمضان کے بعد، کھانا پینا حلال ہو جاتا ہے، کیونکہ اہل حق کی نگاہوں میں ماہ مبارک رمضان سال کا پہلا مہینہ ہے، جس کے آغاز سے انتہا تک، دن میں کھانا پینا وغیرہ ممنوع کیا گیا ہے۔ اور روزفطر ماہ شوال کا پہلا دن ہے کہ مکلفین پر جو ماہ رمضان میں حرام اشیاء تھیں وہ حلال ہو جاتی ہیں، تو اِس سبب سے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ اِس ماہ کے بعد روزِ عیدفطر، مومنین اجتماع کریں اور اُسکی حمد وستائش اور تقدیس بیان کریں(۲)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۵. وہی، من لا یحضرہ الفقیہ، ج۲، ص۵۴۱۔۵۴۲.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۵۔۱۱۶.

☆ نمازعید میں بارہ تکبیریں کیوں قرار دی گئی ہیں؟

اِسلئے کہ دو رکعت نماز میں بارہ تکبیریں ہوتی ہیں، اِسی وجہ سے، اِس نماز میں بارہ تکبیریں مقرر کی گئی ہیں(۱)

☆ نمازعید فطر میں دوسری نمازوں سے زیادہ تکبیریں کیوں رکھی گئی ہیں؟

تکبیر اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی کا اظہار کیا جائے، اور حمد وثناء اس لئے ہے کہ اُس نے ہماری ہدایت کی ہے، اور عافیت دی ہے، جیسے کہ خود قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰئكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾(۲)

اللہ تعالیٰ کا اِس سبب سے کہ اُس نے تمھاری راہنمائی کی ہے، تو اُس کو بزرگی سے یاد کرو، اور شکر گذار بنو(۳)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۵۔۱۱۶.

۲۔ بقرہ(۲):۱۸۵.

۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۶۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۶. وہی، من لا یحضره الفقیه، ج۲، ص۵۲۲.

روزہ

علت روزہ

☆ روزہ کیوں واجب ہے؟

روزہ، پانچ دلائل کے ساتھ واجب ہے:

الف) بھوک و پیاس کے سخت ہونے کا احساس ہو۔

ب) بھوک و پیاس کے ساتھ آخرت کی محتاجی سے آگاہ ہوسکیں یعنی اِس کو روز آخرت کی احتیاج کیلئے دلیل قرار دیں۔

ج) اِس وسیلے سے روزہ دار، خاشع وخاضع وخاکسار بنتا ہے، اَجر کے قابل اور صابر اور عارف بنتا ہے، اور اِنکے نتیجے میں مستحق ثواب ہوجاتا ہے، ان کے علاوہ روزہ، آدمی کو شہوت وخواہشات نفسانی پر کنٹرول کرنے کی مشق ہے۔

د) روزہ، روزے داروں کیلئے دُنیا میں نصیحت کا (ان کو نصیحت دینے والا) سبب اور نیک اعمال کے ادا کرنے پر مائل کرتا ہے اور آخرت میں دلیل وراہنما ہے۔

ھ) روزہ دار، روزے کی حالت میں اہل فقر وفاقہ کی بھوک و پیاس کا احساس کرتا ہے، تو روزہ

سبب بنتا ہے کہ جو اُس پر مالی، شرعی حقوق ہیں، اُن کو ادا کیا جا سکے(۱)[تا کہ ان اموال کو، حاجت مندوں اور نیاز مندوں تک پہنچایا جائے]

زمان اور وقت روزہ

☆ روزہ ماہ رمضان میں واجب ہوا ہے، دوسرے کسی مہینہ میں کیوں واجب نہیں ہوا؟

یہ مہینہ دوسرے مہینوں پر خصوصی امتیاز و فوقیت رکھتا ہے جس کی شرح اس طرح ہے:

الف) ماہ رمضان میں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔

ب) اِس مہینے میں حق تعالیٰ، اہل حق اور باطل کے درمیان جدائی ڈالتا ہے۔ جیسے کہ خود قرآن مجید میں فرمایا ہے﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ﴾(۲) ماہ رمضان وہ مہینہ ہے کہ اِس میں قرآن لوگوں کی ہدایت کی خاطر اور حق و باطل میں امتیاز ڈالنے کی خاطر اور روشن دلائل کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔

ج) اِس ماہ میں 'لیلۃ القدر' کو رکھا گیا ہے، جو کہ ہزار مہینے سے افضل ہے اور اِس رات میں ہر امر جو کہ اساس حکمت (الٰہی) پر تدبیر و مشخص ہوا ہے تحریر کرتا ہے اور اس آغاز سال میں لیلۃ القدر خیر و شرّ، نفع و نقصان، اور زندگی و موت انسانوں کیلئے مقدر کرتا ہے، تو اِس بنیاد پر اِس رات کو 'لیلۃُ القدر' کہا گیا ہے(۳)

روزہ کی مدّت

☆ صرف ماہ رمضان میں ہی کیوں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اس مدت سے کم تر یا زیادہ

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۷۰؛ عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۱۶؛ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۱، ص ۲۰۱ ۲۔ بقرہ (۲): ۱۸۵ ۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۷۰؛ عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۱۶۔۱۱۷؛ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۱، ص ۲۰۱.

کیوں نہیں قرار دیا؟

کیونکہ یہ مدت اِس انداز سے طے کی گئی ہے کہ ضعیف وقوی دونوں ، اِس دورانیہ کا روزہ رکھ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ اِس مدّت سے زیادہ یا کم تر نہیں چاہتا کیونکہ واجبات کو اِسی انداز سے مقرر کیا گیا ہے۔ان ضعیف لوگوں کو اُنکی طاقت کے مطابق اجازت دے رکھی ہے کہ جس قدر ہمت و توانائی ہو،اُسی کے مطابق انجام دیں اور قوی بندوں کو بھی ترغیب دلائی ہے کہ واجبات کے علاوہ مستحبات کو بھی انجام دیں ۔ اگر خداوند سمجھتا کہ لوگوں میں طاقت نہیں ہے کہ اِس سے کم یا زیادہ روزے رکھیں تو اِس مدت کو کم یا زیاد کر دیتا(۱)

روزہ کا کفارہ

☆ روزے کا کفارہ، کیوں دو ماہ متواتر ہے؟

یہ اِس لئے ہے کہ لوگ روزہ کو کم اہمیت نہ جانیں، اگر اِن کو متواتر نہ رکھا جاتا، تو پھر یہ مشکل وسخت نہ ہوتے (۲)

☆ روزہ کے کفارہ میں جو قدرت مال نہ رکھتا ہو کہ بندہ آزاد کرے، اُس کے لئے روزے (بطورِ کفارہ) معین ہوئے ہیں۔نماز، حج یا کوئی دوسری عبادت کیوں نہیں؟

اِس لئے کہ نماز، حج اور دوسری عبادات انجام دینے میں مالی استطاعت یا دوسری مجبوریاں مانع ہوسکتی ہیں جبکہ روزہ میں ایسا نہیں (۳)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۷۲، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۱۷.
۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۷۲، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۱۷.
۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۷۲، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۱۷.

مستحب روزے

☆ مستحب روزے کیوں مقرر (تشریع) کئے گئے ہیں؟

تاکہ واجب روزوں کو کامل کردیں(۱)

☆ ہر مہینے میں تین روزے اور ہر دس دن میں ایک روزہ کیوں مستحب کیا گیا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾ (۲) جو بھی نیک کام انجام دے گا اُسے دس گنا (اجر) دیا جائے گا۔

جو بھی ہر دس دن کے بعد ایک روزہ رکھتا ہو، ایسے ہے جیسے اُس نے ساری عمر روزہ رکھا ہو، جیسے کہ سلمان فارسی فرماتے ہیں: ایک مہینے میں تین روزے رکھنا ایسے ہے جیسے کہ وہ تمام عمر روزہ سے رہا ہو(۳)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۷۲، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۷.

۲۔ انعام(۶):۱۶۰.

۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۷۲، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۱۸.

زکوٰۃ

علّت زکوٰۃ

☆زکوٰۃ فرض کئے جانے کی کیا وجہ ہے؟

وجوب زکوٰۃ اِس بنا پر ہے کہ فقراء کے معاش اور روزی کا خیال رکھا جائے۔ اگر مال دار اپنے مال سے فقراء وحاجت مندوں کا حق نہ نکالیں گے، تو مال کا شدید نقصان یا تباہی ممکن ہے۔ اللہ تعالٰی نے صحت مندوں وسالم افراد پر واجب کیا ہے کہ وہ بیماروں اور ناتوان اور مشکلات میں گرفتار افراد کی مدد کریں، اس پر قرآن مجید میں فرمایا﴿لَتُبْلَوُنَّ فِیٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُم﴾(۱) یقینی طور پر تمہیں جان ومال کے ذریعے سے آزمایا جائے گا۔

اللہ تعالٰی نے مال داروں کے اموال میں فقراء وغرباء کے حقوق مقرر کئے ہیں اور فرمایا ہے اپنے اموال میں سے زکوٰۃ نکالیں اور اُن کا نفس مشکل ومصیبت میں صبر وشکیبائی رکھتا ہو، پروردگار کا شکر ادا کرنے والے اور سپاس گذاری کرنے والے ہوں۔

۱۔ آل عمران (۳):۱۸۶.

وہ ہمیشہ فقراء اور حاجت مندوں کا خیال رکھیں اور وہ مال جو اُنکی ضروریات پوری ہونے کے بعد اضافی ہے اُس کو خرچ کریں اور اُمورِ دین میں مدد کریں۔

زکوٰۃ، مال داروں اور ثروت مندوں کیلئے ایک جذبہ ایثار کے طور پر ہے تا کہ حاجت مندوں کے حقوق ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے سپاس گذار بنیں کہ اُس نے اُن کو یہ نعمتِ ثروت عطا کر رکھی ہے صاحبانِ استطاعت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور، حالتِ تضرع میں رہیں، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں، اور واجبِ شرعی حقوق کو ادا کرتے رہیں تا کہ وہ دن نہ آئے، کہ وہ بھی فقراء کی طرح مستحق زکوٰۃ بن جائیں (۱)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۳۶۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۸۹۔۹۰؛ ایضا، من لایحضرہ الفقیہ، ج۲، ص۸۔۹؛ حکیمی، محمد رضا، الحیاۃ، ج۵، ص۲۰۱۔۲۰۲.

حج

علت حج

☆مسلمان کو حج کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

مسلمانوں پر حج اس لئے واجب کیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ رہیں اور اُسکی نعمتوں سے اضافہ کیلئے اُمیدوار بنیں، گناہوں سے دُوری اختیار کریں اور گذشتہ خطاؤں سے توبہ کریں۔ آئندہ کیلئے دینداری کا عہد کریں اور حج کی ادائیگی کیلئے اَموال خرچ کریں اور اس راستے میں جو سختی ومشکلات ہیں اُن کا احساس کریں، بیوی بچوں سے دُور رہیں اور لذتوں کو ترک کر کے، موسم سرما ہو یا گرما، مضبوط ارادے اور رجوع قلبی کے ساتھ اللہ کے گھر کی جانب سفر اختیار کریں۔ ہمیشہ خاکساری اور خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ رہیں۔ اسکے علاوہ حج، شرق وغرب کے لوگوں کیلئے بہت فوائد رکھتا ہے۔ تاجر، صنعت کار اور مختلف شعبوں سے وابستہ، سب لوگ موسم حج میں آتے ہیں، ایک دوسرے سے روابط وتعلقات بحال کر کے اپنے کاروبار کو فروغ دے سکتے ہیں، اس سبب سے اُن کی حاجتیں بھی پوری ہو جاتی ہیں۔

اور اسی طرح حج کے دوران، لوگوں کو دین سے مزید آگاہی حاصل ہوتی ہے، اور ائمہ طاہرینؑ کی احادیث بیان کی جاتی ہیں (۱) تو پھر یہ احادیث دُنیا کے دوسرے علاقوں تک پہنچ جاتی ہیں اور یہ وہ فریضہ ہے، جس بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴾ (۲) کیوں ہر گروہ سے کچھ لوگ نہیں نکلے تاکہ دین سے آگاہی حاصل کریں اور اپنی قوم کو، آکر انذار کریں تاکہ وہ (عذاب الٰہی سے) ڈریں۔ اِسی طرح ایک جگہ اور ڈرایا ﴿ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ..... ﴾ (۳) ''تاکہ وہ اپنے منافع کے گواہ بنیں ۔۔۔۔'' (۴)

مکان کعبہ

☆ بیت اللہ الحرام کو زمیں کے مرکز میں قرار دیا ہے، اِس کی کیا وجہ ہے؟

بیت اللہ الحرام کو زمین کے مرکز میں رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں زمین کا مرکز قرار دے کر پھیلائی گئی۔ کیونکہ رکن شامی زمین کے وسط کا نقطہ ہے اور اس وجہ سے اہل مشرق اور اہل مغرب انجام فریضہ حج میں ایک دوسرے کے مساوی ہیں (۵،۶)

۱۔ ائمہ علیہم السلام کے زمانے میں مناسک حج کیلئے مسلمان دُور و نزدیک سے مکہ میں حاضر ہوتے اور ان کے حضور بھی مشرف ہوتے اور جو کچھ سنتے، وہ ہی کلمات اپنے وطن میں اپنے اہل وطن کے روبرو بیان کر دیتے۔

۲۔ توبہ (۹): ۱۲۲.

۳۔ حج (۲۲): ۲۸.

۴۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۷۳، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۱۹؛ حکیمی، محمد رضا، الحیاۃ، ج ۱، ص ۴۴۴.

۵۔ خانہ کعبہ کے چار رکن ہیں۔ ان کے نام ان ممالک یا علاقوں نسبت سے ہیں جو اس جانب واقع ہیں جیسے: رکن عراقی، رکن شامی، رکن مغربی اور رکن یمانی.

۶۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۲، ص ۳۹۶، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲

حج کا زمانہ (تاریخ)

☆انجام حج کیلئے عشرہ ذی الحجہ مقرر کیا گیا ہے، اِس سے پہلے یا بعد میں کیوں نہیں؟

ہم ممکنہ طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اس عبادت کو بندوں پر واجب کیا، ان ہی دنوں میں عبادات کے مقامات جیسے عرفات، مشعر اور منی کو اور ایام تشریق (۲) میں وضع ومقرر کیا۔

سب سے پہلے حج کے مناسک کو انجام دینے والے فرشتے تھے۔ اُنھوں نے اِنہی ایّام میں حج کا فریضہ انجام دیتے ہوئے طواف کیا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بندوں کیلئے، جو کچھ فرشتوں نے اعمال مناسک انجام دیئے تھے، روز قیامت تک کے لئے سنت قرار دے دیئے۔ آدم ونوح و ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے پیامبروں علیہم السلام نے اِسی موقع پر حج کے مناسک انجام دیئے اور اللہ تعالیٰ نے اُنکے فرزندوں میں اِسی سنت کو قیامت تک کیلئے قرار دے دیا (۳)

حج کی تعداد کا تعین

☆مسلمانوں پر حج کی تعداد کا فریضہ ایک بار قرار دیا گیا ہے، زیادہ کیوں نہیں؟

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مالی اور جسمانی استطاعت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے فرائض وواجبات کو مقرر کیا ہے، جیسے کہ خود قرآن مجید میں فرمایا ہے ﴿ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْىِ ﴾ (۴)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۲، ص ۳۹۶، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲ ص ۹۰: مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۵۴، ص ۶۴

۲۔ ایام ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ

۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۱، ص ۴۲۷، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۲۰.

۴۔ بقرہ (۲) :۱۹۶

قربانی کیلئے جو، بہ آسانی ملے (قربانی کروتا کہ اس کام سے) ہرطرح کی مالی استطاعت رکھنے والے، جو کچھ ممکن ہو قربانی کریں۔ دوسرے تمام فرائض مختلف حیثیت کے حامل لوگوں کی حالت کو دیکھتے ہوئے بنائے گئے ہیں اور اُن ہی واجبات میں سے ایک حج ہے جو کہ ساری عمر میں ایک بار واجب ہے(اگر استطاعت ہو) کیونکہ یہ مقدار ہر ایک کیلئے میسّر ہے لیکن جو مال وثروت اور جسمانی قوت اور اِس فریضہ سے رغبت رکھتے ہوں تو اپنی توانائی کے مطابق، چند مرتبہ بھی انجام دے سکتے ہیں (۱)

علت احرام

☆ کیوں مسلمانوں کو احرام کا حکم دیا گیا ہے؟

اِس لئے کہ لوگ حرم میں داخل ہونے سے پہلے، سرائے اَمنِ الٰہی میں خاضع اور خاشع بنیں اور اِس لئے بھی کہ اُمورِ دُنیا اور اُس کی لذتوں، لہو ولعب اور زینت سے خود کو دُور رکھیں۔ اور اپنے عمل کو صبر وشکیبائی کے ساتھ انجام دیں ۔

اِن کے علاوہ اور بھی احرام کی وجوہ ہیں؛ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور عظمت کا قائل ہونا، اظہار کم مائیگی اور بندگی کی حالت میں تواضع کے ساتھ اُسکے گھر کی زیارت کا قصد کرنا، اِس میں داخل ہونا، اِس حالت میں اللہ تعالیٰ سے اُمیدِ ثواب کی نیت رکھنا، اُس کے عذاب سے ڈرنا

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱ص۲۷۳، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲ص۱۲۰.

خضوع وخشوع کے ساتھ اُس کی جانب توجہ کرنا(۱)

تلبیہ

☆تلبیہ (لبیک) کہنے کی علت کیا ہے؟

جب مسلمان مُحرِم ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کو دعوت دیتا ہے اور فرماتا ہے: میرے بندو! تم نے میرے لئے احرام باندھا ہے تو میں تمھارے لئے آتش جہنم کو حرام کرتا ہوں تو مُحرِم حضرات کہتے ہیں " **لبیک اللھم لبیک** " اِن کلمات کو لوگ اللہ تعالیٰ کی پکار کے جواب میں کہتے ہیں(۲)

علت طواف

☆طواف خانہ کعبہ کی علت کیا ہے؟

علت طواف خانہ کعبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں سے فرمایا میں چاہتا ہوں زمین پر خلیفہ مقرر کروں (۳) فرشتوں نے کہا: اُس کو زمین پر خلیفہ مقرر کرے گا جو زمین پر فساد کرے گا اور خون بہائے گا!

مگر پروردگار نے اُن کے قول کو رد کردیا اور فرمایا: جو چیز میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۷۴، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۲۰؛ عاملی، محمد بن حسن (حر عاملی)، وسائل الشیعہ، ج۱۲، ص۳۱۴.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۲، ص۲۱۶، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۸۳، من لا یحضرہ الفقیہ، ج۲، ص۱۹۶؛ عاملی، محمد بن حسن (حر عاملی)، وسائل الشیعہ، ج۱۲، ص۳۷۵.

۳۔ بقرہ (۲): ۳۰.

اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان سے فرشتے سمجھ گئے کہ ہم نے نامناسب کلام کیا ہے، اِس وجہ سے پشیمان ہو گئے اور عرش پر پروردگار سے پناہ حاصل کی اور استغفار کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ چوتھے آسمان پر عرش معلّی کے برابر ایک گھر بنایا جائے اور اُسی طرح آسمان میں ایک خانہ بیت المعمور بنایا اور اُسی طرح زمین پر بھی، خانہ کعبہ بنایا اور آدمؑ کو حکم دیا کہ اِس گھر کا طواف کریں، اور اِس روش وسنت کو پھر اُنکی اولاد میں قیامت تک کیلئے جاری کر دیا گیا، جو باقی رہے گی (۱)

حجر اسود کا بوسہ (لمس)

☆ حجر الاسود کو استلام ولمس کرنے کی وجہ کیا ہے؟

حجر الاسود کو لمس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے عالم ذر میں عہد و پیماں لیا تو اِس پیمان کو حجر الاسود میں بطور امانت وودیعہ رکھ دیا۔ اسی وجہ سے لوگوں کو حکم دیا کہ طواف کے وقت اُسے لمس کریں اور استلام کے وقت کہیں "اَمانَتی اَدَّیْتُها وَ میثاقی تَعاهَدْتُهُ لِتَشْهَدَ لی بِالْمُوَافاه" میں نے عہد کو پورا کر دیا اور پیمان کی تجدید کی ہے تا کہ جو میں نے وفا کی ہے، تو اُس کی گواہی دے (۲)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۲، ص ۴۰۶، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۹۱؛ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۵۵، ص ۵۸.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۲، ص ۴۲۴، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۹۱.

حج میں استمتاع

☆ کیوں عمرہ تمتع کے بعد اور حج سے پہلے زن حلال سے تعلق درست ہے؟

پروردگار کی جانب سے بندوں کیلئے یہ ایک رحمت اور تخفیف وسہولت ہے تا کہ وہ اپنے احرام میں سالم رہیں اور لذتوں سے پرہیز، طولانی نہ ہو، اور وہ تنگی محسوس نہ کریں۔

حج وعمرہ (تمتع) ہر دو واجب ہیں، اگر ان دونوں کے درمیان احرام سے خروج نہ ہو اور استمتاع اور لذت نہ ہو، یہاں تک لوگ احرام کی مدت طولانی ہونے کی وجہ سے، عمرہ کو ترک کردیں لہذا ان کی آسانی کیلئے، حج اور عمرہ کے درمیان استمتاع جائز کردیا گیا۔ اِس پر لازمی توجہ رہے کہ حج ،عمرہ تمتع سے جدا نہیں ہے بلکہ ہر دو باہم ہیں، مگر جو مصالح ذکر ہوئے ہیں، اُنکی خاطر اُن دونوں کے درمیان استمتاع جائز کردیا گیا(۱)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۱، ص۲۷۴، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۱۲۰.

جہاد

جہاد سے فرار

☆ محاذِ جہاد سے فرار حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟

اللہ تعالیٰ نے محاذِ جنگ سے فرار کرنے کو حرام قرار دیا ہے ، اِس کی وجوہات، درج ذیل ہے:

الف) جہاد سے فرار، ایمان کی کمزوری اور دین کیلئے موجب اہانت ہے۔

ب) جنگ سے فرار کا معنی یہ ہے کہ رسولوں اور معصوم رہنماؤں پر ایمان واعتقاد نہیں ہے۔

ج) جہاد سے فرار کرنے کا یہ معنی ہے کہ ہم، دشمنوں سے مقابلے کے وقت ائمہ علیہم السلام کو تنہا چھوڑ دیں، جس سے دین کے مخالف طاقتور ہوجاتے ہیں۔

د) میدان نبرد سے بھاگنے کا سبب یہ بنتا ہے کہ دشمن کے حوصلے بڑھیں اور وہ مسلمانوں کو قتل کرنے، اسیر بنانے کیلئے ہاتھ بڑھائیں تا کہ دین خدا کو تباہ و برباد کرسکیں (۱)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۲، ص۴۸۱، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۹۲، من لا یحضره الفقیه، ج۳، ص۵٦۵؛ عاملی، محمد بن حسن (حر عاملی)، وسائل الشیعه، ج۱۵، ص۸۷.

معاملات

ربا (سود) اور اسکی حرمت کو توڑنا

☆ سُود سے متعلق حکم خدا جاننے کے باوجود، اس کی اہمیت سے انکار کا راز کیا ہے؟

اِس کا مطلب یہ کہ سود لینے والا اللہ تعالیٰ کے قانون کو کوئی حیثیت نہیں دیتا اور قلبی طور پر اس کا رجحان دین کے اصولوں کی جانب نہیں۔ کیونکہ اس کے حرام کے علم کے باوجود، سود کا لین دین گناہ کبیرہ ہے، اور اس کا مرتکب کفر کے دائرے میں داخل ہوجاتا ہے(۱)

رباوالے معاملات

☆ رباوالے معاملات کے حرام ہونے کی علت کیا ہے اور اُس سے متعلق خداوند عالم نے کس طرح روکا ہے؟

ربا کے حرام ہونے کی علت، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اِس کی نہی کی ہے، یہ ہے کہ ربا، اموال کی تباہی کا سبب بنے گا کیونکہ انسان ایک درہم کو دو درہم کے عوض میں خرید رہا ہے جبکہ ایک درہم کی قیمت ایک ہی درہم ہے اور دوسرا درہم باطل (بغیر برابری) ہے۔ اِس لئے سودی خرید وفروش

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۲، ص۴۸۳، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۹۴، من لا یحضرہ الفقیہ، ج۳، ص۵۶۶؛ حکیمی، محمد رضا، الحیاۃ، ج۴ ص۱۹۰ و۴۶۱ و ج۵، ص۶۱۱.

ہر حالت میں خریدار وفروخت کرنے والے کے نقصان میں ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ربا کو اپنے بندوں پر حرام کیا ہے، کیونکہ اِس عمل سے اَموال تباہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہے کہ جیسے اموال کو ''احمق'' شخص کے سپرد کر دینا اور پھر ڈر و خوف میں مبتلا ہونا کہ وہ اموال کو تباہ کر دے گا، البتہ اُس وقت اموال اُسکے پاس رکھنا صحیح ہے جب وہ عقل وشعور کو حاصل کر لے۔ یہ سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ربا کو حرام قرار دیا ہے(۱)

سودی قرض

☆ سودی قرض کی حرمت کی دلیل کیا ہے؟

قرض پر سود کے حرام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ربا خوری سے، نیک کام درمیان سے اُٹھ جائیں گے اور اموال تلف ہو جائیں گے۔ مالدار افراد سود لینے کی عادت بنا لیں گے، اور واجب کاموں کے لئے قرضہ دینا اور نیک کاموں کو فراموش کر بیٹھیں گے ، اِس طرح ہونے سے (قرض لینے والوں) تباہی و بربادی اور عوام کے، نابودی اموال کا سبب بنے گا(۲)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۲، ص ۴۸۴، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۹۳۔۹۴؛ حکیمی، محمد رضا، الحیاۃ، ج ۴، ص ۴۶۰ و ج ۵، ص ۶۱۰.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۲، ص ۴۸۳، من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۵۶۶.

کھانے پینے سے متعلق

ذبح کے موقع پر ذکر بسم اللہ

☆ جس حیوان کے ذبح کے وقت بسم اللہ نہ کہا جائے یا غیر خدا کیلئے ذبح کیا جائے، تو اُس کی حرمت کا سبب کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے نام کے بغیر حیوان کے ذبح کرنے کی حرمت، اِس دلیل کی بنا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر واجب کیا ہے کہ اُس کا (وجود) اقرار کریں، اُس کا نام لیا جائے، دوسرے کا نام ہرگز نہ لیا جائے۔ نام لینے کا ایک اسرار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو ۔ اور کوئی اُس کی عبادت کے مساوی نہیں ہوسکتا. اِس لئے اسم خدا کے بغیر ذبیحہ حرام قرار دیا گیا ہے، یہ رعایت اِس وجہ سے ہے کہ بندہ، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و ربوبیت کا اقرار کرتا ہے اور اگر اسم غیر لیا جائے گا تو اِس نے شرک کیا ہے اور غیر ذات الٰہی سے تقرب حاصل کیا ہے. بس ذکر نام ''اللہ'' ذبیحہ کے گلے پر چھری چلاتے وقت ذبیحہ حلال اور حرام کے درمیان ہے اِس معنی میں اگر نام حق عزوجل لیا جائے

تو حلال ورنہ حرام ہو جائے گا(۱)

وحشی گائے یا اِس قسم کے جانور کا گوشت

☆ وحشی گائے اوراس جیسے حیوانات کے گوشت کے حلال ہونے کی، وجہ کیا ہے؟

اِس کی دلیل یہ ہے کہ یہ حیوانات مناسب اور جائز خوراک استعمال کرتے ہیں، مکروہ وحرام نہیں کھاتے ہیں۔ اِن حیوانات کی تمام خوراک مباح ہوتی ہے اور (اُن کا گوشت) انسانوں کو بالکل نقصان نہیں پہنچاتا۔ اور اُن کی خلقت ایسی ہے کہ اُن میں کوئی قباحت اور خرابی نہیں دیکھی جاسکتی ہے(۲)

گوشتِ درندگان

☆ کیوں درندگان کا گوشت حرام ہے؟

تمام وحشی حیوانات چرند و پرند درندوں کا گوشت کھانا حرام ہے کیونکہ یہ مردار، انسانی گوشت اور آلودہ شدہ کھاجاتے ہیں ۔ اِس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حرام گوشت حیوانات اور حلال گوشت حیوانات میں نشانیاں رکھی ہیں۔ چنانچہ میرے والدمحترم نے اِس بارے میں فرمایا ہے:

ہر وہ حیوان درندہ جو کاٹنے والے دانت رکھتا ہو اور وہ پرندہ جو چنگال (تیز ناخن) رکھتا ہو، وہ حرام گوشت ہیں، اور پرندہ جو کہ سنگدانہ (پوٹا) رکھتا ہو، اُس کا گوشت حلال ہوتا ہے۔

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج۲، ص۴۸۱۔۴۸۲، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۹۳؛ مجلسی، محمد باقر، بحارالانوار، ج۶۲، ص۳۲۳.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۹۷؛ مجلسی، محمد باقر، بحارالانوار، ج۶۲، ص۱۷۵.

دوسرا فرق جو کہ حلال گوشت جانوروں میں ہے اس بارے میں میرے والد محترم کے کلام میں اشارہ ہوا ہے کہ آنحضرؑت نے فرمایا : ہر پرندہ جو فضا میں پرواز کے وقت اپنے پر ہلاتا رہے، وہ حلال گوشت پرندہ ہے اور جو پرندہ پرواز کے وقت، اپنے پروں کو نہ ہلائے (کم ہلائے) تو وہ حرام گوشت پرندہ ہے، اُسے نہ کھایا جائے (۱)

گوشت مردار

☆ مردار کا گوشت حرام ہونے کی علت کیا ہے؟

مردار جانور کے گوشت میں چیزیں (جراثیم و مکروب وغیرہ) ہیں جو کہ جسم کو فاسد اور ضرر پہنچا سکتی ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے؛ اُس کے نام مبارک سے، ذبح حیوان کے وقت، سبب حلال ہو جائے جب کہ مردار جانور پر اِسم خدوند نہیں لیا گیا اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جانور حلال اور حرام میں فرق رہے (۲)

گوشت خرگوش

☆ گوشتِ خرگوش کے حرام ہونے کی دلیل کیا ہے؟

(گوشت) خرگوش حرام ہے، کیونکہ یہ سنور (بلی کی قسم) ہے اور جیسے حیوانات درندے وحشی تیز ناخن رکھتے ہیں، خرگوش بھی اُن ہی کی طرح ہے، اِس کے علاوہ خرگوش کثیف جانور ہے،

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، علل الشرائع، ج ۲، ص ۴۸۲.

۲۔ ابن بابویہ قمی، ج ۲، ص ۴۸۵، شیخ صدوق، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۹۴؛ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۶۲، ص ۱۶۵.

اِسکے علاوہ اُسے حیض آتا ہے، کیونکہ وہ بھی دوسروں کی طرح مسخ کیا گیا ہےاور یہ دلیل بھی عوامل کثیف وگندگی میں محسوب ہوتی ہے (۱)

بندر کا گوشت

☆ بندر کے گوشت کے حرام ہونے کی کیا دلیل ہے؟

بندر، سور کی مانند مسخ شدگان میں شامل ہےاور اللہ تعالیٰ نے اِس حیوان کی خرابیوں کی بنا پر، بندوں کیلئے، اِس کو عبرت کا وسیلہ بنایا ہےاور علامت مسخ ہونا اُن کیلئے قرار دیا ہے۔

حق تعالیٰ نے اِس حیوان کو انسانوں کی شباہت میں رکھا ہے، تاکہ لوگ جان لیں کہ یہ اُن، مخلوقات میں سے ہے کہ پروردگار نے جن پر غضب کیا ہے(۲)

سور کا گوشت

☆ سور کا گوشت، حرام ہونے کی دلیل کیا ہے؟

سور اس وجہ سے حرام کیا گیا ہے کہ یہ حیوان بہت ہی نجس و پلید اور بدخصلت ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے اِن خرابیوں کی بنا پر، بندوں کے لئے وسیلہ عبرت ونصیحت قرار دیا۔ یہ بھی گناھگار اور نافرمان افراد کی مسخ شدہ شکل ہے۔ایک اور دلیل اِس کے گوشت کے حرام ہونے کی یہ ہے کہ اس حیوان کی غذا، ناپاک ترین نجاست ہےاور.....(۳)

۱۔ ابن بابویہ قمی، ج ۲، ص ۴۸۵، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۴۸۲، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۹۳؛ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۶۲، ص ۱۷۱.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۴۸۵، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۹۴؛ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۶۲، ص ۱۶۵.

۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۴۸۵، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۹۴؛ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۶۲، ص ۱۶۵.

تلّی کا کھانا

☆ تلی کے حرام ہونے کی کیا دلیل ہے؟

تلّی کو اس لئے حرام کیا گیا کہ اس میں خون جمع ہوتا ہے۔ لہذا اس کا حکم بھی مردار اور خون کی طرح ہے۔

خون پینا

☆ خون پینا کیوں حرام ہے؟

اللہ تعالیٰ نے خون کو بھی مردار کی مانند حرام قرار دیا ہے کیونکہ اِس کے پینے سے جسم انسانی کا نظام خراب ہوتا ہے اور دھان (منہ) کو بدبودار بنا تا ہے۔ وہ بدخُلق او سخت دل ہوجا تا ہے، اور دوسروں کی نسبت بے مہر و محبت ہوجا تا ہے۔ اور بلآخر بیٹا باپ، دوست، بیوی کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا بلکہ ان کو قتل بھی کر سکتا ہے (۲)

شراب پینا

☆ خمر و شراب کے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟

اللہ تعالیٰ نے خمر و شراب کو چند وجوہ کی بنا پر حرام قرار دیا ہے:

الف) اِس میں خرابیاں ہیں۔

ب) شراب خوری، عقل کو زائل کردیتی ہے۔

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۴۸۴۔۴۸۵، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۹۴؛ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۶۲، ص ۱۶۶.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۴۸۵، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۹۴؛ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۶۲، ص ۱۶۵.

ج) شراب خوری، انسان کو انکار خداوند تک لے جاسکتی ہے۔

د) شراب، شراب خور کو آمادہ کرتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر جھوٹ بولے۔

ھ) شراب خور بہت سی معاشرتی خرابیوں کو جنم دیتا ہے۔

و) نشہ کی حالت میں انسان کسی بھی جرم کا ارتکاب کرسکتا ہے جیسے گالیاں دینا، بدکاری کرنا یا پھر کسی کی جان لے لینا۔

ز) شراب خوری کے حرام ہونے کا سبب یہ بھی ہے کہ انسان کو حرام وحلال کی تمیز نہیں رہتی اور وہ کسی کی بھی آبرو خراب کرسکتا ہے۔ اِن اسباب کی بنا پر ہر شراب اور مست کرنے والا مشروب حرام ہے۔ اس لئے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

اِس بنا پر جو بھی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور ہم اہل بیت پیامبر علیہم السلام کی محبت اُس کے ایمان میں ہو، تو ضروری ہے مست کرنے والی چیزوں سے پرہیز کرے، کیونکہ ہمارے اور شراب خور کے درمیان کوئی بھی رابطہ نہیں ہے (۱) (یعنی شراب خور ہماری ولایت ودوستی کا اُمیدوار نہ رہے کہ آخرت میں نجات دیں، کیونکہ وہ ہماری شفاعت سے محروم ہے)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۴۷۴۔۴۷۵، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۹۸۔۹۹؛ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۶۳، ص ۴۸۳۔۴۸۴ .

نکاح

مردوں پر مہر دینا واجب

☆ مردوں پر مہر دینا واجب جبکہ خواتین پر ایسا نہیں، کیوں؟

مردوں پر واجب ہونے کی وجہ یہ ہے روزمرہ کے اخراجات کی ذمہ داری مرد پر ہے اور اِس لئے بھی کہ عورت اپنے آپ کو مرد کی سرپرستی میں دے دیتی ہے(۱)

مہر السنۃ کا میزان

☆ کیوں مہر السنۃ (۲) پانچ سو درہم تعیین کئے گئے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ پر واجب کر رکھا ہے کہ جب بھی مومن ایک سو بار" **الله اکبر** " اور ایک سو بار" **الحمد لله** " اور ایک سو بار "**سبحان الله** " اور ایک سو بار

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۵۰۰۔۵۰۱، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۹۴۔۹۵

۲۔ مہر السنۃ، وہ مہر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کیلئے مقرر کیا تھا، اِس کی مقدار، پانچ سو (۵۰۰) مثقال چاندی ہے: میرزا علی، مشکینی، مصطلحات الفقہ، ص ۵۲۵.

''لاالہ الا اللہ''اورایک سوبار'' اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد'' اور اِس کے بعد کہے'' اللّٰھُمَّ زَوَّجْنِی مِنَ الْحُورِ الْعِینِ'' یااللہ میری حورعین سے تزویج کردے! تو یقیناً حوروں میں سے ایک حور سے تزویج کردی جائے گی اور اِن اذکار کو اُس کا مہر قرار دے دیا جائے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کی گئی کہ خواتین کا مہر پانچ سو درہم مقرر کیا جائے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآل وسلم نے اِس فرمانِ خدا پر عمل کیا (۱)

تعداد ازواج

☆ مرد ایک وقت میں چار عورتوں کو اپنی زوجیت میں داخل کرسکتا ہے اور عورت ایک وقت میں صرف ایک ہی شوہر کرسکتی ہے، اِس کی علت کیا ہے؟

اِسلئے کہ اگر مرد چار زوجات رکھتا ہو تو اُس سے ہر ایک زوجہ سے، فرزند وجود میں آسکتا ہے جو کہ مرد ہی کی جانب منسوب ہوگا لیکن اگر زن دو یا دو سے زیادہ شوہر کرے گی اور اولاد پیدا ہوگی تو معلوم نہ ہوگا کہ کس شوہر سے ہے کیوں کہ وہ سب اِس سے ہم بستر ہو چکے ہیں۔ اور بلا تردید، اِس اَمر سے نسب میں فساد پیدا ہوگا۔ یہ ہی نہیں بلکہ میراث و معارف شرعی میں مسائل پیدا ہوں گے (۲)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۴۹۹، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۸۴؛ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۲، ص ۲۶۱.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۵۰۴، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۹۵؛ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۲، ص ۲۸۴.

ہم جنس بازی حرام

☆ ہم جنس بازی یعنی مرد کا مرد سے یا عورت کا عورت سے جنسی تعلقات برقرار کرنا کیوں حرام ہے؟

اللہ تعالیٰ نے شہوت کو مردوں کو مردوں کے ساتھ اور عورتوں کو، عورتوں کے ساتھ اِس لئے حرام کیا ہے کہ اگر یہ عمل نامناسب معاشرے میں رواج پالے، تو پھر مرد، عورتوں کو اور عورتیں، مردوں کا اپنا شوہر نہیں بنائیں گی اور اس بدکرداری کے سبب نسل قطع ہوجائے گی۔ اور معاشرتی نظام ختم ہوجائے گا اور فساد دُنیا کو اپنے گھیرے میں لے لے گا(۱)

اموال اولاد میں والد کا تصرف

☆ اولاد کے اموال میں والد کا تصرف حلال ہے، اور والد کے اموال میں فرزند کا تصرف بغیر اجازت کے جائز نہیں، ایسا کیوں؟

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق: فرزند، باپ کو بخشا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کیلئے ہدیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ﴾ (۲) وہ جس کو چاہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ صاف واضح ہے کہ باپ کو اولاد بخشی گئی ہے تو اِس کا مال بطریق اولیٰ اُس کا محسوب ہوگا۔

اِس طرح جیسے والد اپنے فرزند کے بارے میں مسئول و ذمہ دار ہے اور فرزند کا خرچہ، باپ پر واجب ہے اور فرزند کے بارے میں باپ سے پوچھا جائے گا

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۵۴۷، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۹۷.

۲۔ شوریٰ (۴۲): ۴۹.

جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے مطابق، اولاد کو اُس کی طرف نسبت دی جاتی ہے، اور اُس ہی کے نام سے پکارا اور پہچانا جاتا ہے ﴿**اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ**﴾ (۱) اُن کو اُن کے آباء (کے نام) کے ساتھ پکاریں ایسا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عادلانہ تر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا "**انت و مالک لابیک**" تم اور تمھارا مال بھی تمھارے والد کا ہے (۲)

۱۔ احزاب (۳۳):۵.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج۲، ص۵۲۴، عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۹۶.

طلاق

طریقہ واقسام طلاق

☆ طلاق، تین مختلف اوقات میں دینا مقرر کیا گیا ہے اِس کی علت کیا ہے؟

مندرجہ ذیل دلائل کے ساتھ طلاق کو تین مختلف اوقات میں دینے کا حکم دیا گیا ہے:

الف) اگر مرد اپنی بیوی کو پہلی دفعہ طلاق دے گا، تو ممکن ہے کچھ عرصے بعد اپنی بیوی کی جانب رغبت پیدا کرلے یا اُس کا غصہ ختم ہوجائے، اور باہم صلح وصفائی سے کام لیں، اور دوبارہ زندگی گذارنے کیلئے قدم اُٹھائیں۔

ب) ایسا بھی کبھی ہوجاتا ہے کہ میاں بیوی آپس میں نزاع شروع کردیں، پھر غضب وطیش کی حالت میں جدا ہوجائیں، کچھ عرصہ گذرنے کے بعد غصہ برطرف ہوجائے، اور آپس میں صلح و آشتی کے بعد دوبارہ زندگی شروع کرلیں۔

ج) عورتوں کو شوہروں کی اطاعت کا پابند کیا جائے اور اُن کو معصیت سے روکا جائے (۱)

۱۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج۲،ص۵۰۷ . عیون اخبار الرضاؑ، ج۲،ص۹۵؛ ایضا، من لایحضرہ الفقیہ، ج۳،ص۵۰۲.

☆ یہ کیا وجہ ہے کہ جب عورت تین طلاق حاصل کر کے تو پھر اپنے شوہر پر حلال نہیں رہتی مگر یہ کہ ایک اور شوہر کرے اور پھر اُس سے طلاق حاصل کرے؟

یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو بار طلاق کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ﴾(۱) طلاق (رجعی)(۲) دو بار ہے اور اِس کے بعد اُسکو (خاتون) اچھے طریقے اور سلوک کے ساتھ گھر میں رکھے یا شائستگی کے ساتھ آزاد کر دیا جائے۔ تسریح احسان سے مراد ، تیسرا طلاق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اِس لئے تیسرے طلاق کے بعد حرام قرار دیا ہے سوائے اس کے کہ ایک اور مرد سے شادی کرے، یہ اِس وجہ سے ہے کہ لوگ طلاق کی اہمیت کو سمجھیں اور عورتوں کو اذیت نہ دیں(۳)

حرمت ابدی

☆ نو طلاق، واقع ہو جانے کے بعد، زن مرد پر ہمیشہ تا ابد حرام ہو جاتی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

اِس کی چند وجوہ درج ذیل ہیں:

الف) مرد طلاق کو ہنسی مذاق اور عورت کو کھلونا نہ سمجھ لے کہ جب چاہے اُس کو طلاق دے اور جب چاہے دوبارہ پھر اُس کے ساتھ رجوع کر لے۔

۱۔ بقرہ(۲)۲۲۹.

۲۔ طلاق رجعی اس طرح ہے کہ شوہر، بیوی کو جب ایک یا دو بار طلاق دے دیتا ہے تو جب تک عورت عدت میں ہے، تو مرد کو حق حاصل ہے کہ وہ رجوع کر کے، بیوی کے ساتھ دوبارہ زندگی شروع کر دے: مشکینی، میرزا علی۔ مصطلحات الفقہ، ص۲۶۹؛ خمینی، روح اللہ، توضیح المسائل ، ج۲، ص۵۲۹.

۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج۲، ص۵۰۷، عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۸۵؛ وہی من لایحضرہ الفقیہ، ج۳، ص۵۰۲.

ب) اپنے کاموں واُمور میں غور وفکر سے کام لے اور عبرت حاصل کرے۔
ج) یہ اِس لئے کہ نو طلاق کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ بقیہ زندگی گذارنے کے بارے میں مایوس ہو جائے(۱)

ا۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج۲،ص۵۰۷۔ اخبار عیون الرضا، ج۲،ص۹۵، من لایحضرہ الفقیه، ج۳،ص۵۰۳.

میراث

تقسیم میراث

☆ میراث میں مردوں کے مقابلے، عورتوں کا آدھا حصہ کیوں ہے؟

یہ اس لئے ہے کہ جب عورت کی شادی ہوجاتی ہے تو اپنا نان ونفقہ شوہر سے حاصل کرتی ہے اور مرد کیلئے لازمی ہے کہ وہ اپنے خاندان کا خرچہ اُٹھائے، اِسی لئے مردوں کا حصہ زیادہ ہے.

دوسری وجہ یہ کہ خواتین مردوں کے نفقہ کے ماتحت ہیں اور مردوں پر لازم ہے کہ اُنکے وسائل زندگی مہیا کریں اور اُن کی زندگی کا خرچ اُٹھائے اور نفقہ دے، جب کہ خاتون کیلئے اِس طرح کی شرط نہیں ہے اور اُن پر کسی کا نفقہ نہیں ہے، اِسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بیٹے کا حق وراثت میں زیادہ رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: "الرجال"(۱) مرد، خواتین کے نگہبان ہیں، اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر برتری دے رکھی ہے، اِس دلیل کے ساتھ بھی کہ اپنے اموال کو خرچ کرتے رہو(۲)

۱۔ نساء(۴):۳۴.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج۲،ص۵۷۰، عیون اخبار الرضا، ج۲ ،ص۹۸، من لایحضره الفقیه، ج۴،ص۳۵۰.

قانون عدالت اور گواہی

گواہی دینا

☆ رویت ہلال اور طلاق میں خواتین کی شہادت قابل قبول نہیں، کیوں؟

اول ماہ ہلال دیکھنے میں اور طلاق میں اِس لئے گواہی قبول نہیں کہ اُن کی اکثریت، رویت ہلال کر سکے، اس کا امکان کم ہے اور مورد طلاق میں ممکن ہے کہ خواتین طرف داری سے کام لیں. اِس بنا پر اُن کی گواہی قبول نہیں ہے، مگر اُن جگہوں پر کہ ضرورت کا تقاضہ ہوا، مثلاً دائی (بچے کی ولادت کے بارے میں) کی شہادت کیونکہ اِس مسئلہ میں مرد کو دیکھنے کا حق نہیں، اِس جگہ خواتین کی گواہی قابل قبول ہے(۱)

گواہوں کی تعداد

☆ اللہ تعالیٰ نے زنا کے وقوع میں چار گواہ طلب کئے ہیں مگر دوسرے تمام مواقع پر دو کافی ہیں، کیوں؟

ا۔ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج۲،ص۵۰۹، عیون اخبار الرضا، ج۲ ،ص۹۵؛ عطاردی، عزیز اللہ، مسند الامام الرضاؑ، ج۲ص۴۰۰ .

بدکاری (زنا) میں عزت وناموس کا معاملہ ہے لہذا شدید اہمیت کی خاطر اور پھر اس کی سزا میں انسانی جان معرضِ ہے اس کے علاوہ اولاد کا نسب، باپ سے متعلق، اور میراث کی نفی درمیان میں آتی ہے۔ اگر اس میں صحیح انداز سے دقیق نظر نہ رکھی جائے، تو معاشرہ فاسد ہو جائے گا اور بڑا بگاڑ پیدا ہوگا (۱)

مدعی اور منکر

☆ تمام مقدمات میں مدعی کیلئے ضروری ہے کہ ثبوت فراہم کرے اور منکر قسم کھائے مگر قتل میں ایسا نہیں ہے کیوں؟

(موضوع قتل کے علاوہ) تمام مقدمات میں مدعی کیلئے لازمی ہے کہ گواہ لائے اور منکر کیلئے ضروری ہے کہ قسم یاد کرے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ منکر الزام کی نفی کرتا ہے اور بیّنہ نہیں لا سکتا (۲) مگر موضوع قتل میں، بیّنہ، منکر کے عہدے پر ہے اور مدعی کیلئے ضروری ہے قسم اُٹھائے، یہاں پر مسلمانوں کے حقوق کی اہمیت کی وجہ سے ہے اگر اِس طرح نہ ہو، تو مسلمانوں کا خون بے وقعت ہو جائے گا اور مسئلہ قصاص منتفی ہو جائے گا، اگر کوئی کسی کو قتل کرنے پر آمادہ ہو، تو وہ اس بات کو بھی سمجھ لے کہ لوگ اس شخص سے دشمنی کے بارے میں جانتے ہیں، اگر اُس کے قتل پر وہ متہم ہو گیا، تو کوئی شخص اِس کی صفائی میں شہادت نہیں دے گا، اور متہم کیلئے گواہی لانا ایک امر سخت بلکہ

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۵۱۰، عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۹۶۔

۲۔ البیّنہ علی المدعی والیمین علی المنکر؛ کسی بھی مقدمے یا جھگڑے میں مدعی پر ہے لازم ہے بیّنہ (دو شاہد، عادل) لائے اور (اگر بیّنہ نہ ہو) منکر پر ہے کہ قسم کھائے تا کہ نزاع اس کے حق میں ختم ہو جائے: موسوی بجنوردی، حسن، القواعد الفقیہ، ج ۳، ص ۶۹.

محال ہے اور اس وجہ سے کوئی قتل کا ارادہ بھی نہیں کرسکتا کیونکہ الزام قتل سے بچنے اور صفائی پیش کرنے کیلئے گواہ ملنا ممکن نہیں ہوگا (۱)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۵۴۲، .عیون اخبار الرضا، ج ۲ ،ص ۹۶

حدود

حرمت زنا

☆ زنا کیوں حرام ہے؟

اللہ تعالیٰ نے زنا کو اِسلئے حرام قرار دیا ہے کہ یہ معاشرہ میں بڑی خرابیوں کا سبب بنتا ہے اور گناہ بھی ہے، اِس کی وجہ سے قتل نفس وغارت گری ہوسکتی ہے. لوگوں کا نسب بھی خراب ہوتا ہے خاندان بکھر جاتے ہیں اور یہ ہی نہیں، جو بچہ اِس کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے وہ تربیت کے بغیر رہ جاتا ہے. اور معاشرے میں فساد شروع ہوجاتا ہے(۱)

زنا کار کی سزا

☆ زنا کار کو سخت تازیانے مارے جائیں اِس کی کیا وجہ ہے؟

زنا کار کو سختی کے ساتھ تازیانے مارنے کی وجہ یہ ہے کہ اُس نے زنا کا ارتکاب کر کے اُس سے لذت حاصل کی ہے، کوڑے اُس کی سزا ہیں تا کہ وہ اور دوسرے بھی اِس سے عبرت حاصل

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۵۷۹، عیون اخبار الرضا، ج ۲ ص ۳۸۵، من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۲، ۵۶۵.

کریں اور جان لیں کہ زنا کرنا اور ناموس کی طرف تجاوز کرنا یہ بزرگ ترین جرم اور گناہوں میں سے ہے(۱)

☆ اِس کی کیا دلیل ہے کہ زنا کے مرتکب پر تین بار حد جاری (مرد یا عورت میں فرق نہیں) کرنے کے بعد اِس انسان کو قتل کر دیا جائے؟

کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے قانون کی اہمیت کو نظر انداز کیا ہے، مقرر کردہ سزا بھی ان کیلئے کچھ نہیں، خود کو بطور کلی آزاد سمجھا، اور یہ کہ کوئی خاص مسئلہ نہیں ہے صرف ایک سو کوڑوں کی سزا ہے اور وہ اِس فعلِ قبیح کو انجام دیتا رہا، اور اِسکی سزا کو برداشت کرتا رہا (اِس بنا پر اگر اُس کو نہ روکا جائے تو معاشرہ تباہ ہو جائے گا)

اُس کیلئے سزائے موت کی ایک وجہ یہ بھی ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے قوانین وحدود کو اہمیت نہیں دیتا، اُس کو خفیف جانتا ہو وہ کافر ہے، اور آئین حق سے خارج ہے لہذا اس کی سزا قتل ہے کیونکہ یہ شخص (حدود الٰہی) کو خفیف جان کر کفر میں داخل ہو گیا تو اُس کا قتل کر دینا واجب ہو جاتا ہے(۲)

چوری حرام

☆ چوری کیوں حرام ہے؟

اگر چوری کرنا جائز ہوتا تو تمام مال لوگوں کے ہاتھ سے نکل جاتا اور اِس طرح قتل وغارت گری کا بازار گرم ہو جاتا، ناامنی پھیلتی کیونکہ ایک آدمی کے چوری یا غصب مال کرنے سے

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۵۴۴، عیون اخبار الرضا، ج ۲ ،ص ۹۷؛

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضا، ج ۲ ،ص ۹۷.

قتل جنگ وجدال کی صورت شروع ہو جاتی اور (عوام) ایک دوسرے سے حسد کرتے اور تجارت وصنعت معطل ہو جاتی، کوئی بھی محنت، کوشش وتلاش نہ کرتا، اگر ایسا ہو جائے، وہ مال ودولت جو ایک آدمی نے جدوجہد سے حاصل کی ہوس سب اُس کو حاصل (چوری وغیرہ سے) کرنے کے لئے پوری طرح کوشش کریں گے(۱)

چوری کی سزا

☆چور کی دائیں ہاتھ کی انگلیاں کاٹنے کی علت کیا ہے؟

دائیں ہاتھ کی انگلیاں، اِس بنا پر ہیں کہ چور نے اپنے دائیں ہاتھ کی مدد سے یہ کام کیا ہے اور انسان کے بدن میں جو دائیں ہاتھ کی اہمیت ہے ، اور اُس سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں، وہ دوسرے اعضاء بدن سے زیادہ ہیں، تو اُنکے کاٹے جانے سے معاشرے میں لوگ اس بارے میں آگاہ ہوتے ہیں اور عبرت پیدا ہوتی ہے کہ اِس کام سے اپنے آپ کو آلودہ نہ کریں، اور یہ بھی ہے کہ اکثر دائیں ہاتھ سے چوری کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے اموال میں بغیر شرعی اجازت کے تصرف کرنے کو حرام فرمایا ہے ، یہ فرمان اِس لئے ہے کہ انسانی معاشرے میں طرح طرح کے جرائم عام نہ ہوں۔ فساد حرام ہے کیونکہ یہ تباہی کا موجب بنتا ہے اِسکے علاوہ اور بہت سے مفاسد جنم لیتے ہیں (۲)

۱۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) عیون اخبار الرضا، ج ۲ ص۹۶.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق)، عیون اخبار الرضا، ج ۲ ص۹۶.

قصاص

علت قسامہ(۱)

☆قسم کیوں رکھی گئی؟

اِس لئے یہ کہ قتل کا مسئلہ بہت اہم ہے۔لہذا اس میں سخت گیری اور احتیاط کو ملحوظ نظر رکھا گیا ہے تا کہ مسلمانوں کا خون ضائع نہ ہونے پائے(۲)

حرمت قتل نفس

☆قتل نفس کے حرام ہونے کی علت کیا ہے؟

قتل نفس کو اللہ تعالیٰ نے اِس لئے حرام فرمایا ہے تا کہ انسانی معاشرے میں، امن واطمینان ہو۔عوام چین سے زندگی گذاریں اور نظم زندگی بگڑنے اور معاشرے کے شیرازے کو بکھیرنے سے محفوظ رکھے۔ ایسا نہ ہو، تو نظم وامنیت نام کی کوئی چیز نہ رہے(۳)

۱۔ مقتول کا وارث ایک کے بعد ایک کئی قسمیں کھائے (پچاس قسمیں) اور یہ اِس وقت ہے کہ مقتول ملے اور قاتل کے بارے میں یقین نہ ہو اور محض ظن (گمان) ہو کہ فلاں قاتل ہے.

۲۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۵۴۲، عیون اخبار الرضا، ج ۲ ، ص ۹۶؛ عطاردی، عزیز اللہ ، مسند الامام الرضاؑ، ج ۲ ص ۵۰۴ .

۳۔ ابن بابویہ قمی، محمد بن علی (شیخ صدوق) علل الشرائع ج ۲، ص ۴۷۸، عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۹۱

مآخذ کتاب

۔قرآن کریم

۔جزائری،سید نعمت اللہ؛النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین،آیۃ اللہ مرعشی،اول،قم ۱۴۰۴ق۔

۔حکیمی،محمد رضا؛الحیاۃ،دفتر نشر فرہنگ اسلامی،تہران،۱۳۸۰ش.

۔خمینی،روح اللہ(امام)؛توضیح المسائل(المحشی)،انتشارات اسلامی،اول،قم،۱۴۰۹ق.

۔شریف القرشی،باقر؛پژوہشی دقیق درزندگی امام علی بن موسی الرضاؑ،ترجمہ سید محمد صالحی

،اسلامیہ،اول،تہران،۱۳۸۲ش.

۔شعیری،تاج الدین؛جامع الاخبار،انتشارات رضی،اول،قم ۱۴۰۵ق.

۔ابن بابویہ قمی،محمد بن علی(شیخ صدوق)؛التوحید،انتشارات اسلامی،اول،قم ۱۳۹۸ق.

۔ ابن بابویہ قمی(شیخ صدوق)محمد بن علی،علل الشرائع،داوری،اول،قم،بی تا.

۔ابن بابویہ قمی(شیخ صدوق)محمد بن علی،عیون اخبار الرضاؑ،نشر جہان،اول،تہران ۱۳۷۸.

۔ ابن بابویہ قمی(شیخ صدوق)محمد بن علی،امالی الصدوق،اعلمی،پنجم،بیروت،۱۴۰۰ق.

۔ ابن بابویہ قمی(شیخ صدوق)محمد بن علی،معانی الاخبار،انتشارات اسلامی،اول،قم،۱۴۰۳ق.

۔ابن بابویہ قمی(شیخ صدوق)محمد بن علی الخصال،انتشارات اسلامی،اول،قم ۱۳۶۲ش.

۔ابن بابویہ قمی (شیخ صدوق) محمد بن علی، کمال الدین وتمام النعمۃ ،اسلامیہ، دوم، تہران ۱۳۹۵ق.
۔ابن بابویہ قمی (شیخ صدوق) محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ ،انتشارات اسلامی، اول، قم ۱۴۰۴ق
۔طباطبائی، سید محمد حسین؛ سنن النبی، اسلامیہ، ہفتم، تہران ۱۳۷۸.
۔طباطبائی، سید محمد حسین، تفسیر المیز ان، انتشارات اسلامی، اول، قم ۱۴۱۷ق.
۔طبرسی، احمد بن علی؛ الاحتجاج علی اہل اللجاج، نشر مرتضی، اول، مشہد ۱۴۰۳ق.
۔،طبرسی احمد بن علی الاحتجاج علی اہل اللجاج، ترجمہ بہراد جعفری، اسلامیہ، اول، تہران، ۱۳۸۱ش
۔طبرسی، احمد بن علی، اعلام الوری باعلام الہدی، اسلامیہ، سوم، تہران ۱۳۹۰ق.
۔عطاردی، عزیز اللہ؛ مسند الامام الرضاؑ، کنگرہ جہانی امام رضا علیہ السلام، اول مشہد ۱۴۰۶ق.
۔عیاشی، محمد بن مسعود؛ تفسیر العیاشی، اسلامیہ، تہران، بی تا۔
۔فیروز آبادی، سید مرتضی؛ فضائل الخمسۃ من الصحاح الستہ، اسلامیہ، دوم، تہران ۱۳۹۲ق.
۔قطب راوندی، سعید بن ہبۃ اللہ؛ الخرائج والجرائح، مدرسہ امام مہدی، اول، قم ۱۴۰۹ق.
۔کلینی، ابی جعفر محمد بن یعقوب بن اسحٰق؛ الکافی، اسلامیہ، دوم، تہران ۱۳۶۲ش.
۔ کلینی، ابی جعفر محمد بن یعقوب بن اسحٰق، اصول کافی، ترجمہ محمد جواد مصطفوی، اسلامیہ، اول ،تہران، بی تا.
۔مجلسی محمد باقر؛ بحار الانوار، اسلامیہ، تہران، بی تا.
۔مشکور، محمد جواد؛ فرہنگ فرِقِ اسلامی، بنیاد پژوہش ھای آستان قدس رضوی رضوی، اول، مشہد، ۱۳۶۸ش.
۔موسوی بجنوردی، سید حسن؛ القواعد الفقہیہ ،نشر الھادی، اول، قم، ۱۴۱۹ق.